اوم

# ندامت وید

مصنفہ

مہاشئے گووردھن جی۔ بی۔ اے
سابق پروفیسر گوروکل کانگڑی
وایڈیٹر پرہلاد۔ دہلی

جسکو

شریوتر یہ جگدیش دت جی مالک دین بندھو پریس بجنور

نے

دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ ٹھاکر داس پرنٹر چھپوایا

اور مصنف نے دہلی میں شایع کیا　قیمت ۲ر

* ओ३म् *

पुस्तक की संख्या………………… 1/5.2

पुस्तकालय–पञ्जिका–संख्या……… 16.34

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई महाशय १५ दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकता। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहिये।

اوم

# قدامتِ وید

## پہلی فصل ۔ بُنیاد

معزز صدر اور عقلمندان ۔ !

اصلی مضمون پر آنے سے پہلے یہ عرض کرنا نامناسب ہوگا کہ میرے
مضمون کے لیئے کئی باتیں بُنیادی طور پر ماننی ضروری ہیں ۔ اِن باتوں
کی وقعت ثابت کرنیکے لیئے ایک علیحدہ مضمون لکھا جا سکتا ہی ۔ اور
درحقیقت یہ باتیں ایسی دقیق ہیں کہ اِن پر ایک معمولی مضمون لکھ کر
توضیح کرنا اُس کی بزرگی کو گھٹانا ہے ۔ رشی ۔ منی ۔ پیر ۔ پیغمبر ۔ تیرتھنکر ۔
سینٹ ۔ فلاسفر ۔ سائنس داں ۔ وید ۔ ڈاکٹر ۔ علمائے حیات ۔ علماء
طبقاتِ ارض ۔ علمائے حیوانیت اور نہ معلوم کن کن لوگوں نے عالم
اِن مضامین پر ابتدائے عالم سے غور کرتے رہے ہیں اور نہ جانے
آئندہ کبتک کرتے رہینگے ۔ کتابوں پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں ۔ کئی قسم
کی تحقیقات کی جا رہی ہے ۔ لیکن اُن سب کا نتیجہ یہ ہے کہ :-

"ignorabimus" اور "ignoramus"

ہم نہیں جانتے' اور نہیں جانینگے' کے الفاظ چاروں طرف سے
سنائی دیتے ہیں۔ اُپنشدوں کے وکتا بھی "नविजानीमो नविद्मो"
اِس سُوَر سے راگ میں آ شامل ہوتے ہیں۔ ویتا جو کچھ ہے اور جو کچھ
نہیں ہے۔ وہ خود ثابت ہے۔ آدمی سے ثابت کیئے جانے کی
حاجت نہیں رکھتے۔

یہ آدمی کی کم فہمی ہے کہ اُسکے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں۔ کہ میں
یہ بات یا وہ بات ثابت کرسکتا ہوں۔ جو کچھ اسکا مطلب ہوتا ہے
وہ یہ ہے۔ کہ دُنیا کے متعلق جو کچھ وہ سمجھتا ہے "وہ مکمل موافقت" ہی
اور دُوسروں نے جو کچھ اُسے سمجھا ہے اُنہیں "سراسر اختلاف" کا نقص
ہے۔ یہ وہ کبھی نہیں کر سکتا۔ کہ جو کچھ اُسنے سمجھا ہوا ہے۔ ہی ٹھیک
ہے۔ آدمی جو کچھ سمجھتا ہے وہ سب کچھ نسبتی ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو
بحث مباحثے کا نام دُنیا سے مٹجاوے۔ انسان اگرچہ ناراستیت ہے
لیکن ہے رستی پسند۔ اگر راستی کا عین الیقین اُسے ہو تو جھٹ اُس کو
قبول کرلے۔ دُوسرے آدمی ہماری بات کو قبول نہیں کرتے۔ یہ بات
ہمیں اپنی کمی بتانیکے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ بات کبھی فراموش نہیں
کرنی چاہیئے کہ ہمارے خیالات سے راستی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر

پرماتما (خدا) جیو (روح) پرکرتی (مادہ) ہیں تو ہمارے خیالات سے انکی ہستی کا فنا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر نہیں ہیں تو ہمارے خیالات انہیں ہستی میں نہیں لا سکتے لیکن اس سارے جھگڑے میں کوئی بھی انسان اپنے کو نہیں بھول سکتا۔ اسلئے حقیقی تثلیث کا علم تو دیا جا چکا ہے۔ اسکا عدم مطلق نہیں مانا جا سکتا ہے۔ مطلق عدم ماننا۔ اپنی ہستی سے انکار کرنا ہے شنکر کو ایک برہم ماننا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ اسکو اپنی صریح ذات کی بھی توضیح کرنی ہے اور اسی ہیگل کو واحدانیت کا مسئلہ ماننا پڑا ہے۔ ورنہ اسکو اپنی ہستی کو ہٹانا پڑتا۔ جھگڑا دو یا تین یا ایک ماننے میں ہے۔ شنکر کے مت کے موافق وید اور اسکی قدامت ٹھیک ٹھیرتی ہے اور وہ اسکی تائید بھی کرتا ہے۔ لیکن ہیگل کے مت کے موافق نہیں۔ اسلئے ہیگل کے مت کی کچھ تشریح کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اسکا مت دو سدھانتوں پر مبنی ہے۔ ایک تو "مسئلہ مادی" دوسرے "مسئلہ ارتقا"۔ مسئلہ مادی سائنس کے دو معروف مسائل پر مبنی ہے۔ مادہ اور طاقت کی غیر فانیت جنہیں انگریزی میں Conservation of matter, Conservation of energy کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان نظریوں کو مانتے ہوئے ہیگل اتنا اور اضافہ کرتا ہے۔ کہ مادہ اور طاقت ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ ایک ہی چیز کے صرف دو پہلو ہیں۔ اسی مت کے پیرو کاغذ کے دو پہلوؤں کی مثال دیا کرتے ہیں۔

دسکر کے دو پہلو ہونگی اور وائیر مکے مجموعے کے اندرونی اور بیرونی حصّوں کی۔ یہ سب مثالیں مادّہ اور طاقت کی علیحدگی سمجھانے کے مدعا سے ہیں گیٹے کا قول

"Matter can never exist or act apart from spirit, Neither can spirit apart from matter."

اس مسئلہ کی تاریخ کی بنیاد دیتا یا جاتا ہے۔ چیتنا کو طاقت کا ایک روپ مانا گیا ہے جیسے۔ برقی۔ مقناطیسی۔ آواز اور حرارت طاقت کی قسمیں ہیں۔ اور یہ ایک دوسرے میں بدل سکتی ہیں۔ ویسے ہی چیتنا ان میں بدل سکتی ہے اور یہ چیتنا میں بدل سکتی ہیں۔ اس مسئلہ کے موافق ہر ایک ذرّہ خواہش اور نفرت والا مانا گیا ہے۔ ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کو مان کر یہ مسئلہ قائم کیا ہے۔ کہ خاص حالت میں خاص مفردات وہ حالت پیدا کرتے ہیں جسے چیتنا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جاندار عالم میں جو شکلوں کا اختلاف ہو گیا ہے وہ مضمون بہت ادق ہے اور اس مضمون کا موضوع بھی نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اس کے متعلق ڈارون کی تھیوری کو بنیاد بنا کر محل کھڑا کیا گیا ہے۔ اور شاید کئی صورتوں میں ڈارون سے اختلاف ہو گیا ہے۔ پھر بھی یہ ہئیت ڈارون کے پیروؤں کا ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ درحقیقت

دنیا جو کچھ ہے وہ ہے ہی۔ نا چیز انسان کی تھیوریوں سے اسکی عظیم
ہستی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن انسان اپنی اس ہستی کو نہیں بھول
سکتا۔ جو کہ وہ اس کرۂ ارض پر رکھتا ہے۔ اگر دنیا کی مندرجہ بالا
تھیوری کا نتیجہ یہ ہو کہ انسان صرف عناصر خمسہ کا پتلا ہی ہے جنکی
پیدائش کے ساتھ اسکی پیدائش ہو اور موت کے ساتھ فنا۔

Imperial Caesar, dead and
turned to clay, Might stop a
hole to keep the wind away.
O, that that earth which kept the
world in awe should patch a
wall to expel the Winter's flaw.

طاقت ور سیزر جو ایک وقت دنیا کو خائف کر رہا ہے وہ دوسرے وقت
میں سوراخ بند کرنے کے لیے مٹی کا کام کر رہا ہے۔ اگر مندرجہ بالا
تھیوری کا نتیجہ ہو تو ہر ایک عقلمند اسکی تھیوری میں کریگا۔
اگر اس مسئلہ کے مطابق انسان کی زندگی چیستی رہو۔ اور نواحی
حالات اور موروثی تاثیرات کی غذا ہی حاصل ہوتی ہو۔ تو یہ مسئلہ
بنا توجہ دینے نہ رہے گا۔

اگر اس مسئلے سے نیکی بدی کا پھل دینے والے پرماتما کو بھلایا ہو تو
یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مسئلہ کی پڑتال نہ کی جاوے۔

# زندگی کی مادی بنیاد اور ڈارون

ڈارون "origin of species" کی پہلی اڈیشن میں
ایک جگہ اس بات کا بیان کرتے ہوئے کہ جاندار دنیا کی ابتدا ایک
شکل سے ہوئی ہے یا کئی شکلوں سے" کہتے ہیں۔

I should infer from analogy that proba-
-bly all the organic beings have des-
cended from some one primord-
-ial form, into which life was
first breathed.

اسکا مطلب یہ ہے کہ اکثر مجھکو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جاندار زندگی ایک
ہی ابتدائی شکل سے شروع ہوئی ہوگی کہ جسمیں پہلے پہل زندگی پھونکی
گئی تھی + زندگی پھونکنے کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ ڈارون
جاندار دنیا کی بنیاد صرف مادی نہیں سمجھتا تھا۔ سکھ۔ دکھ۔ خواہش
نفرت۔ حرکت وغیرہ حالتوں کیلئے وہ کوئی اور بنیاد سمجھتا تھا لیکن

کہا جا سکتا ہے کہ یہ الفاظ پچھلی اڈیشنوں میں سے ہٹا دیئے گئے
ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی رائے ایسی نہ تھی اور وہ غلطی سے
چھپ گیا ہوگا۔ لیکن اس پر میکس میولر اپنی کتاب "سائنس آف تھاٹ"
میں لکھتے ہیں۔ کہ

"ڈاروِن کی کتب غور سے پڑھنی چاہئیں۔ اور اُن کی سب اڈیشنیں
بھی۔ میکس میولر کی رائے میں ڈاروِن روحانی باعث بھی مادی
باعث کے علاوہ مانتا تھا۔" زندگی پھونکنے کے الفاظ کا اخفا جن
جن اڈیشنوں میں ہوا۔ اُن کے خاتمے کے الفاظ کو (جو نیچے دیئے
ہیں) دیکھا جاوے تو خط وحدانی کے اندر کے الفاظ انہیں پیچھے
سے جوڑے گئے ہیں۔ سو وہ مندرجہ بالا رائے کے پورے مؤید ہیں
Creator فاعل کا لفظ بنا پڑا ہے اور صاف رکھا ہے۔ الفاظ
یہ ہیں۔ There is a grandeur in this
view of life with its several powers,
having been originally breathed
[by the creator) into few forms or
into one, and that whilst this pla-
net has gone cycling on according

to the fixed law of gravity from so simple a begining endless forms most beautiful and most won-derful have been and are being eovolved.

اسکے معنی یہ ہیں۔ مسئلہ ارتقاء کے مطابق زندگی کی تھیوری ایک شان رکھتی ہے۔ زندگی جو فاعل سے (دنیا کے بنانے والے سے) کئی ایک اجسام یا ایک میں پھونکی گئی وغیرہ
by the creator

فاعل سے یہ الفاظ کتاب کی پہلی ایڈیشن میں نہ تھے۔ لیکن بعد کی ایڈیشنوں میں موجود ہیں۔ ان الفاظ کا اضافہ بلا مطلب نہیں ہو سکتا میکس میولر لکھتا ہے کہ یہ مطلب سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ڈاروِن اپنی پوزیشن ان فلاسفروں جیسی دکھانا چاہتا تھا کہ جو اپنے صیغہ کی تحقیقاتوں اور تھیوریوں میں کتنے دُور کیوں نہ چلے گئے ہوں۔ لیکن محسوس کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اس سب سے الگ کوئی چیز ہے۔ چاہے اسکا کوئی نام ہو یا نہ ہو پھر بھی وہ موجود ہے اور اسکو کوئی باندھ نہیں سکتا۔

میکس میولر حیران ہے کہ اسکا، ڈاروِن کا، معتقد کیسے بن جل

کارساز۔ زندگی دہندہ کے خیالات کو سائنس کے خلاف کہتا ہے۔

اور ایک ہی ابتدائی جسم کا بننا کافی سمجھتا ہے اور کہ یہ جسم "مونے رس" نھے جو خود بخود پیدا ہوئی ہے۔ غیر جاندار سے جاندار کی تبدیلی پر ڈاروِن خاموش ہے۔ یہاں پر ایک بڑا بھاری توڑ ہے جسکو پُر نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی پُر کیا جا سکیگا۔ اور صرف یہاں ہی نہیں بلکہ جاندار عالم کے کئی ایک حصّوں میں ایسے توڑ معلوم دیتے تھے۔ سُنتے ہیں کہ علم کیمیا کے عالموں نے ایسی چیزیں اپنی لبارٹریوں میں تیار کر لی ہیں جو جاندار ہیں یعنی جانداروں کے جسم میں سے نکلتی ہیں اسلئے اُمید ہوتی ہے کہ یہ بیچ کا توڑ کم ہو جاویگا۔ یہ مصنوعی چیزیں دیکھنے میں چاہے جانداروں کے جسم کی لبارٹری میں تیار کی ہوئی چیزوں کی مانند ہوں۔ لیکن یہ نہیں بھُولنا چاہیئے۔ کہ قوتِ ہاضمہ۔ اور حرکاتِ تنفس اور تولید کا کام بھی چیتنتا کی موجودگی کا ایک ثبوت ہے۔

پس ہم نے دیکھا کہ جس مسئلہ ارتقار کا آسرا لیکر روح ہیکل لیتا ہے اُسکا موجد ڈاروِن ہیکل کے نتائج سے کتنا دُور تھا۔

سر آلیور لاج۔ علم طبعیات کے مشہور عالم نے ہیکل کے بعض مسائل اور نتائج کی تردید کیلئے ایک کتاب Life & Matter. نام لکھی ہے۔ مادہ اور طاقت کے Conververation

مسئلے میں انکو سند سمجھنا چاہیئے اپنی اس کتاب میں وہ دکھاتے ہیں کہ علم طبیعات اور کیمیا کے جن مسائل کی بنا پر ہیکل نے اپنا قلعہ تیار کیا۔ اُن میں کئی نقص ہیں۔ مندرجہ کتاب کے صفحہ ۱۲ پر وہ لکھتے ہیں کہ طاقت کا لفظ نئی سائنس کی اصطلاح میں ایک عام اسم ہے۔ روشنی۔ حرارت۔ آواز گونج۔ تھرتھراہٹ۔ سکون۔ سوبر۔ کشش ثقل۔ برقی موجیں اور کشش کیمیائی۔ یہ سب ایک دوسرے سے الگ Distinct ہیں۔ تو بھی یہ مندرجہ بالا عام نام کے تحت میں لائے گئے ہیں تا کہ مسئلہ حاصل ہو جائے۔

جبتک حرارت کو طاقتوں کی فہرست میں شامل نہ کیا گیا تھا۔ اس مسئلہ کا اظہار نہیں ہوسکتا تھا اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ یہ مضمون بحث طلب تھا۔ کہ استحالہ زندگی کو طاقتوں کی فہرست میں رکھا جاوے یا علیحدہ میں تو صاف نفی میں جواب دونگا۔ لیکن شاید کئی ہاں کہنے کی طرف رجوع ہوں۔ لیکن اتنا کہنا کافی ہوگا۔ کہ مندرجہ مثال سے یہی پایا جاتا ہے کہ طاقت کی فہرستیں ابھی مکمل نہیں ہیں۔ ممکن ہے طاقت کی نئی صورتیں دریافت ہوں۔ اور اگر نئی صورتیں ہیں لیکن دریافت نہیں ہوئیں تو طاقت کے غیر فانی ہونیکا مسئلہ جیسا کہ اب ہے کئی حالتوں میں ممکن ہے کہ پورا پورا ٹھیک نہ ہو۔

(may in some cases be strictly untrue)

حرارت کی مثال لے لیجئے اگر حرارت غیر دریافت شدہ ہوتی یا اُس کو بھلا دیں تو لوگوں کی بحث میں یہ مسئلہ غلط ہو جاویگا - اگرچہ اُس کا کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور رہیگا - اسی طرح مادہ کے غیر فانی ہونیکے متعلق دکھایا ہے - کہ ہیکل کا قلعہ جس بنیاد پر کھڑا ہے وہ پوری پوری مستحکم نہیں - اس پر تم لکھتے ہیں - کہ کئی تجربے اس اُمید پر کئے جا رہے ہیں کہ یہ مسئلہ پورا پورا صحیح نہ ٹھیریگا - اصطلاحی بحث کے بعد مسٹر لاج دکھاتے ہیں کہ اس مسئلہ کو صرف موجودہ وقعت دی جا سکتی ہے - بھار کے متعلق جڑتا ( inertia ) کے تعلق میں کئی قسم کے اعتراض ہیں - کیمیائی ذرات برقی ذرات سے بنے ہوئے کا مسئلہ ہمارے سامنے آیا ہوا ہے - اور کون جانتا ہے کہ یہ برقی ذرے ایتھر میں ایک قسم کی گانٹھیں ہوں کہ جنکے ٹوٹنے پر ایتھر کے ساتھ اُن کا اتصال ہو سکتا ہو - یہ سائنس دانوں کی تھیوری سے باہر نہیں اور اگر ایسا ہے تو جسکو اب ہم میٹر کہتے ہیں وہ فنا ہو سکتا ہے کیونکہ تمیز کرانے والی کوئی اور صفت نہیں رہتی - قصہ مختصر یہ کہ مادے کی فنا اور پیدایش سائنٹفک تھیوری کی حد کے اندر ہی ہے اور شاید امکانِ تجربہ کے احاطہ میں بھی ہو -

مادی ذرات میں خواہش نفرت وغیرہ صفات کا استدلال کرتے ہوئے ہیکل کہتا ہے - کہ مادہ بیرونی طاقتوں سے حرکت نہیں کرتا - بلکہ اندرونی

خواہشات اور تنفرات سے اس کا جواب مسٹر لاج یہ دیتے ہیں کہ طبعی دان دُنیا میں ایسا قول ہنسی لانے والا ہے - اندرونی طاقتیں جسم کو سرکا نہیں سکتیں کیونکہ فعل اور ضد فعل سیدھی اور الٹی اطراف میں ہوتے ہیں - اس کے متعلق بہت لکھنا اس مضمون کا مدعا نہیں - لیکن جہاں یہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ڈارون سے ہیکل کی پوزیشن کیسی مختلف ہے - وہاں اس بات کی توضیح کرنی نامناسب نہ ہوگی - کہ ووننٹ - ورچو - ریمنڈ وغیرہ عالم ایسی راؤنکو ترک کر چکے تھے - ان میں سے ورچو ہیکل کا استاد تھا - ہیکل نے خود اپنے لیکچروں وغیرہ میں ورچو وغیرہ کی رائے بدلنے کی توضیح کی ہے - لیکن اسکے باعث پولٹیکل بتائے ہیں -

چیتنا کو طاقت کے غیر فانی ہونیکے قانون کے اندر لانیکے جواب میں اسی Life & Matter (صفحہ ۱۵۷) نامی کتاب میں لاج لکھتا ہے کہ " میں اسے جھوٹ سمجھتا ہوں " - کیونکہ طاقت کی ذاتی صفت یہ ہے کہ یہ مختلف حالتوں میں بدل سکتی ہے لیکن اسکی مقدار قائم رہتی ہے - لیکن چیتنا شکتی سے کسی معلومہ صورت کے ذخیرہ کو نہیں بڑھاتی اور نہ ہی بڑھے جسے طاقت کے مجموعہ پر کسی طرح سے اثر پڑتا ہے لیکن ہیکل کو نتائج پر جہاں اتنا بھروسہ ہے وہاں سائنس کے بنیادی مسائل کے متعلق خود یہ رائے ظاہر کرتا ہے -

*I believe, that the solution of these*

Fundamental questions still lies as yet beyond the limits of our knoledge of nature and that we shall be obliged for a long time yet to come, to content ourselves with an Ignoramus'- If not even with an Ignorabimus."

میری رائے ہے کہ اِن بنیادی سوالات کا جواب ابھی ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہے اور ایک عرصۂ دراز تک ہمیں نامعلوم پر صابر رہنا پڑیگا۔ اگر ناقابلِ علم پر نہیں تو Monism Page 30

ہیکل کی پڑتال کے بعد کئی ایک مغربی علما کی مجبوریوں کو پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے معلوم ہوگا۔ کہ سائنس کی کیا پوزیشن ہے۔ نیوٹن ایک جگہ کہتا ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ موجودات کی باقی حالتوں پر آلاتی طریقے سے قیاس ہو سکتا۔ لیکن نہیں کیونکہ بہت سی باتیں مجھ میں شک پیدا کرتی ہیں کہ یہ سب ستارے شاید ایسی طاقتوں پر مبنی ہیں کہ جنکی بدولت اجسام کے اجزا کسی نامعلوم باعث سے ایک دوسرے پر انطباق کھا کر مقررہ اشکال میں جڑ جاتے ہیں۔ یا ایک دوسرے سے ہٹتے ہیں۔ یہ طاقتیں ابتک دریافت نہیں ہوئیں۔ اسلئے سائنس دانوں کی پیدائش دنیا کی

(Life of Matter 65) کی مہوئی تحقیقات ناکامیاب ہوئی ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم آلات کے اصول پیدائش دنیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

ہکسلے ایک جگہ اپنے عالم بھائیوں کو یہ عمدہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اپنی علمی طاقتوں کی حد کو جاننا بہت دانائی ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ کہ اس حد سے باہر کی باتوں کے متعلق تائید و تردید کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔

ایک اور جگہ یہ لکھتے ہیں۔ کہ پودا یا کوئی جاندار اپنی زندگی کے وقت شکل بناوٹ اور مادے میں متغیر ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ یہ وہی ذات ہیں۔ اس کا کیا سبب۔

لاج۔ لکھتا ہے۔ کہ اگر علم طبعیات سے جیون اور من اور جید اور الشور کے متعلق سوال ہو تو جواب ہونا چاہیئے کہ میں نہیں جانتا۔
یہ صاحب مادے اور طاقت میں اپنی خواہش کے موافق سمت وغیرہ بنانے اور اپنے آپ کو خود بس میں کر لینے کی صفت کو نہیں مانتے۔ مدعا اور غرض کسی اور چیز کی صفت مانتے ہیں۔ بیجان مادہ پیچھے کے دباؤ سے چلتا ہے۔ مستقبل اس پر اثر نہیں ڈالتا اور نہ پہلے سے سوچی ہوئی سمت اور مدعا کی پیروی کرتا ہے۔ زندگی کے سوال کے متعلق وہ کہتے ہیں۔ کہ نا ممکن ہے

کہ اسکے متعلق میرے خیالات غلط ہوں۔ لیکن وہ سب قسم کے بُرے جذبات سے مبرّا ہیں۔ وہ صرف انسانی زندگی کے متعلق ہی نہیں بلکہ سب قسم کی زندگیوں پر حاوی ہوتے ہیں۔ اُنکو میں موجودہ وقت کیلئے مستند سمجھتا ہوں اور صرف انہیں کو مستند سمجھتا ہوں۔ کیونکہ انہیں سے میں زندگی کے متعلق حالتوں کو معقول ربط میں لاسکتا ہوں۔ اسکے بنا مجھے کئی معمولی معمّوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

(۱) زندگی کس وجہ پر شروع ہوسکتی ہے اگر اس کی ابتداء کو فرض کیا جاسکتا ہے۔

(۲) جسم کے ذرات کے متغیر ہونے پر شخصیت کیسے بنی رہتی ہے اور شکل کیسے قائم رہتی ہے۔

(۳) کہ ایک صدی کے ایک چھوٹے سے حصّے میں شخصیت کی پوری ترقی کیسے ہوتی ہے اور اتنی تیزی سے کیوں۔

لیکن ان خیالات کے ساتھ یہ سب مسئلے بہت کچھ سمجھ میں آجاتے ہیں اور یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ ایک مستقل شخصیت کا موجودہ اوتار ہے۔ زندگی کے لئے ایک بڑی مناسب تشبیہہ انھوں نے دی ہے اور وہ مقناطیس کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بڑ کے بیج میں ایک بڑ کی پیدائش کا امکان ہی بند نہیں بلکہ بڑ کے ایک جنگل کا بہاؤ بڑ کا نزدیکی

کے حصول کا کام نہیں ۔ یہاں پر کوئی ایک چیز دوسری چیز سے نہیں بنجاتی۔ طاقت
کے ساتھ اسکو کوئی تشبیہ نہیں۔ اسکو مقناطیس سے تشبیہ ہے۔ کہ جبکو کسی دیئے
ہوئے مقناطیس سے اکٹھا سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں مطلوبہ طاقت تو باہر
سے آتی ہے۔ لیکن مناسب شکل میں اسکو ایک مطلوبہ اور مرغوبہ طاقت ہی
بدلتی ہے کہ جسکے بس میں یہ فعل ہے ۔

ہم زندگی کو مصنوعی طور پر پیدا کرنا نہیں جانتے اور اگر ہم کر بھی لیں تو
بھی روحکو پہلے کہیں موجود ماننا پڑیگا۔ جہاں سے ہمارے موافق حالات
پیدا کر دینے پر مذہ روح اپنا نظارہ شروع کر دیتی ہے ۔

ایک دیہاتی کی بڑی پھبتی ہوئی مثال اس سلسلہ میں دیگئی ہے۔ ایک
دیہاتی کو رنگروٹ بنا کر میدانِ جنگ میں بھیجا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے
وطن کی خدمت کرتا ہے اور تجربہ حاصل کرتا ہے۔ تجربہ کار بنتا ہے خاتمہ جنگ پر
اپنے گاؤں میں آجاتا ہے اور گاؤں اس کی موجودگی کے باعث حالت میں
اچھا ہو جاتا ہے اور اس کی ذات درحقیقت فنا نہیں ہوتی۔ اگرچہ دنیا کی
نظر میں چونکہ اب اسکی ضرورت نہیں رہی ہے اسلئے اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا ہے
کیا یہ مکت جیو (نجات یافتہ روح کی حالت کی مثال دی گئی
ہے؟ کچھ ایسا ہی معلوم دیتا ہے۔

حاصل کلام یہ۔ کہ ایسا عنصر یہ طبعی دان ماننا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قانون

قدرت کو تو نہیں توڑ سکتا لیکن آلاتی بناوٹ کے اصولوں کے موافق موجودہ
مادہ اور طاقت سے کام لیتا ہے۔ قانی جسم کے کاموں میں ویسے ہی جیسے
بیرونی کاموں میں ایک پتھر ٹیلے پر سے لڑھکتا ہوا نقطہ (ا) پر جا کر ٹھہرے
اور چاہے نقطہ (ب) پر طاقت کیلئے ایک ہی بات ہے۔ لیکن لہو
یہ نیت پر جا کرتا ہے اور تب ہم ایک بہر کے اٹھنے والے اوسے میں
کو ہیں سے ایک لا ان کو پھونک دیتا ہے۔ جیتن مثلثی نقطے کو سہارا دیتی ہے
ہم انتظام کرتے ہیں کہ چیزوں کو جو کہ خاص اصولوں کے موافق چل یا ٹھہر
سکتی ہیں۔ ایسی بناوٹیں رکھ دیں کہ وہ اپنی حرکات اور حالات کے
نتائج سے ہمارے مدعا کو بھی پورا کر دیں یعنی اُن کا نتیجہ اور ہمارا
مدعا ایک ہو جاوے۔ اسلئے جیو اور تن کچھ عجیب چیزیں ہیں۔
ہم جانتے ہیں۔ کہ پیار رضا اُن کو بس میں کر لیتی ہے۔ پریم
اُن کو قابو کر لیتا ہے۔ رحمدلی اُن کے دلوں کو موم کر دیتی ہے۔
اور ایسے ہی کئی نرم اور سخت غیر طبعی جذبے اپنا اثر ڈالتے ہیں۔
انسانی آزادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہم آزاد بھی ہیں اور بے بس
بھی۔ جہانتک ہمارے نواحی کثیف حالات کا تعلق ہے ہم آزاد ہیں۔
لیکن جہانتک ہم اصولوں اور مدارج سے پُر عالم کا عضو ہیں وہاں ہم بے بس
ہیں۔ یہ بے بس ہونیکا مسئلہ کیا ایشور کی ہستی میں دلیل نہیں۔ اور مسٹر لاج

کے حصول کا کام نہیں۔ یہاں پر کوئی ایک چیز دوسری چیز سے نہیں بدل جاتی۔ طاقت کے ساتھ اسکو کوئی تشبیہ نہیں۔ اسکو مقناطیس سے تشبیہ ہے۔ کہ جسکو کسی دیئے ہوئے مقناطیس سے اکسا سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں مطلوبہ طاقت تو باہر سے آتی ہے۔ لیکن مناسب شکل میں اسکو ایک مطلوبہ اور مرغوبہ طاقت ہی بدلتی ہے کہ جسکے بس میں یہ فعل ہے۔

ہم زندگی کو مصنوعی طور پر پیدا کرنا نہیں جانتے اور اگر ہم کر بھی لیں تو بھی روح کو پہلے کہیں موجود ماننا پڑیگا۔ جہاں سے ہمارے موافق حالات پیدا کر دینے پر مذکورہ روح اپنا نظارہ شروع کر دیتی ہے۔

ایک دیہاتی کی بڑی پھبتی ہوئی مثال اس سلسلہ میں دی گئی ہے۔ ایک دیہاتی کو رنگروٹ بنا کر میدانِ جنگ میں بھیجا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنے وطن کی خدمت کرتا ہے اور تجربہ حاصل کرتا ہے۔ تجربہ کار بنتا ہے۔ خاتمہ جنگ پر اپنے گاؤں میں آجاتا ہے اور گاؤں اس کی موجودگی کے باعث حالت میں اچھا ہو جاتا ہے اور اس کی ذات درحقیقت فنا نہیں ہوتی۔ اگرچہ دنیا کی نظر میں چونکہ اب اسکی ضرورت نہیں رہی ہے اسلئے اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا ہے کیا یہ **مکت جیو انجات یافتہ روح کی حالت کی مثال دی گئی** ہے؟ کچھ ایسا ہی معلوم دیتا ہے۔

**حاصل کلام** یہ۔ کہ ایسا عنصریہ طبعی دان ماننا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قانون

قدرت کو تو نہیں توڑ سکتا۔ لیکن آلاتی بناوٹ کے اصولوں کے موافق موجود
مادّہ اور طاقت سے کام لیتا ہے۔ قائی جسم کے کاموں میں ویسے ہی جیسے
بیرونی کاموں میں ایک پتھر ٹیلے پر سے لڑھکتا ہوا نقطہ (ا) پر جا کر
اور جا ہے نقطہ (ب) پر طاقت کیلئے ایک ہی بات ہے۔ لیکن لہر
یہ نیت پہ جا کرتا ہے اور تب ہم ایسا بھی کہ اُٹھنے والے مادّے میں
کو جس سے ایک لاان کو پہونچتا دیتا ہے۔ حقیقی منگتی نقطے کو سہارا دیتی ہے
ہم انتخاب کرتے ہیں کہ چیزوں کو جو کہ خاص اصولوں کے موافق چل یا ٹھہر
سکتی ہیں۔ ایسی بناوٹیں رکھ دیں کہ وہ اپنی حرکات اور حالات کے
نتائج سے ہمارے مدعا کو بھی پورا کر دیں یعنی اُن کا نتیجہ اور ہمارا
مدعا ایک ہو جاوے۔ اسلئے جیو اور نتی کچھ عجیب چیزیں ہیں۔
ہم جانتے ہیں۔ کہ پرارتھنا اُن کو بس میں کر لیتی ہے۔ پریم
اُن کو قابو کر لیتا ہے۔ رحمدلی اُن کے دلوں کو موم کر دیتی ہے۔
اور ایسے ہی کئی نرم اور سخت غیر طبعی جذبے اپنا اثر ڈالتے ہیں۔
انسانی آزادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہم آزاد بھی ہیں اور بے بس
بھی۔ جہاں تک ہمارے نواحی کثیف حالات کا تعلق ہے ہم آزاد ہیں۔
لیکن جہاں تک ہم اصولوں اور مدارج سے پُر عالم کا عضو ہیں وہاں ہم بے بس
ہیں۔ یہ بے بس ہونیکا مسئلہ کیا ایشور کی ہستی میں دلیل نہیں۔ اور مسٹر لاج

ایشور کی ہستی کو مانتے ہیں۔ جبکہ اسی کتاب میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ کہ ایشور درحقیقت اپنی مخلوقات کے تکبر پر ہنس ہی رہے ہو نگے۔ کہ جو اپنے محدود حواس کے محسوسات تک ہی سارے عالم کا خاتمہ کر چھوڑتے ہیں۔ اُوپر کی بحث طلب راؤں اور خیالات کے پیش کرنے کی غرض یہ تھی کہ سائنس کے خیالات "नविद्मो न विजानाम:" (ہم نہیں جانتے ہیں) کی پکار مچاتے ہوئے ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ خُدا اور رُوح کی ہستی ماننا اُن خیالات پر کوئی ٹھیس نہیں لگاتا۔ بلکہ اُن کی کمی کو پُورا کرتا ہے اور کئی معمے خُدا اور رُوح کو بیچ میں لانے سے حل ہو جاتے ہیں۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے مسٹر لاج کے دو اور اقتباس دونگا کہ جن کا اثر مضمون کے اگلے حصہ پر پڑیگا۔

ایک تو یہ ہے کہ " تو کیا فرض کر لیا جاوے کہ انوؤں اور ماتراؤں کے خاص اجتماع نے ہی زندگی اور مَن کو پیدا کر دیا جس طرح سے کہ زمین وغیرہ ستیاروں نے اپنا کرہ ہوائی پیدا کر دیا۔ ایک عنصری مسئلہ (Monism) کا یہی دعوے ہے۔ لیکن یہ دعوے بے دلیل معلوم ہوتا ہے اور اسکو ثابت بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی معین نہیں کہ ہر ایک ستارے نے اپنے کرہ ہوائی کی سب گیسیں پیدا کی ہوں۔

اِن میں سے کئی آسمان ہی اسکو راستہ میں آ ملتی ہیں" اور پھر ایک اور جگہ پر لیبارٹری (تجربہ گھر) میں زندگی کی پیدائش پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کیا "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین سے زندگی پیدا ہوئی"! ہرگز نہیں۔ کیا کرۂ ہوائی کی سب گیسیں زمین سے پیدا ہوئیں ؟! اور وہ لاک مٹی جو پہاڑی برف پر پڑتی ہے۔ اس سے پیدا ہوئی ؟ جیسے یہ ٹھیک نہیں ویسے ہی زندگی کے متعلق دعوے بھی ٹھیک نہیں۔ اسلیئے رُوح کا نہ صرف غیر خاکی ہونا ہی ممکن ہے۔ بلکہ غیر مادی ہونا بھی۔ زندگی ( [illegible] ) کوئی ایسی چیز ہے جو مادّہ اور طاقت کی فہرستوں سے آجکل بھی باہر ہے۔

ایک دُوسری جگہ ہیکل نے اس دعوے کی کہ "دوسرے ستاروں پر انسان کی زندگی سے بھی اعلےٰ جانداروں کا امکان ہے" تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ایسا بہت امکان ہے کہ انسان کا اعلےٰ ترین ہونا ہی عموماً ناممکن ہے۔ لیکن اگر پروفیسر ہیکل مندرجہ امکان کو تسلیم کرنیکو طیار ہے تو کیوں وہ گیان کے الہامی (Revelation) ہونیکے خیال کو دُور رکھنے پر تلا ہوا ہے ؟ کیا اعلےٰ ترشیع سے علم کی تحصیل نہیں ہو سکتی۔ اگر جنگلی انسانوں کو مہذب انسانوں سے تحصیل علم ہو سکتا ہے۔ تو [illegible]

کیوں ناقابل تسلیم ہے کہ انسانیت کو عالم کے اعلیٰ ترین رُوحوں
سے علم ملا ہو۔ یہ بات ہو یا نہ ہو۔ لیکن اِسکے متعلق سائنس زور کے
ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہ ہی اسکے غیر تسلیم ہونیکے لیے سائنس کوئی
دلیل رکھتی ہے۔

## دوسری فصل

جیسے ارتقار کے ساتھ ساتھ خدا اور رُوح کا خیال مناسب ہے
ویسے خدا رُوح کے ساتھ ساتھ ارتقار کا خیال مناسب ہے

آجکل ہم مادی سائنس کے کرہ ہوائی میں رہتے ہیں اسی میں چلتے پھرتے
اور اسی میں سانس لیتے ہیں۔ سائنس کیا کچھ تسلیم کر چکی ہے کن ممکنات
کی سائنس اجازت دیتی ہے۔ سائنس ہمکو کہانتک مدد دے سکتی ہے۔ اِن
سب باتوں پر کچھ نہ کچھ کہنا ضروری تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس مجلس کے ممبر
محسوس کریں کہ وہ اسی سائنس کے کرہ ہوائی میں بیٹھے ہیں انکو اِس سے
علیحدہ نہیں ہونا پڑا ہے۔ اب تک میں نے یہ دکھایا ہے۔ کہ بتدریج
ترقی کے ساتھ ساتھ خدا اور رُوح کا خیال غیر متعلق نہیں ہے بلکہ
متعلقہ ہے۔ اب میں کچھ اس تعلق میں کہنا چاہتا ہوں خدا اور رُوح
کے خیال کے ساتھ ساتھ بتدریج ترقی کا خیال بھی نامناسب
نہیں ہے بلکہ مناسب ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بتدریج ترقی (ارتقار) کے مسئلہ

کا بانی ڈاروِن تھا۔ ایسا کہنا (جیسا کہ فلاسفی (Philosphy)
کی تاریخ کے جاننے والے جانتے ہیں) متقدمین فلاسفروں کی توہین کرنا ہے
اور ملکوں کے قدیم فلاسفروں کے متعلق کہنے کا موقعہ نہیں۔ لیکن اسکے
مطابق بھی شک نہیں کہ اس ملک کے پراچین رشی منیوں کے لئے تو
مسئلہ ارتقاء ایک معمولی سا خیال تھا۔ ذیل کے دو ایک فقرے
میرے اس قول کی تائید کرینگے۔

तस्माद् वा एतस्मादात्मन: आकाश: सम्भूत:
आकाशाद्वायु: वायोरग्नि: अग्नेराप: अद्भ्य:
पृथिवी। पृथिव्या ओषधय:। ओषधिभ्यो
अन्नम्। अन्नाद्रेत:। रेतस: पुरुष:। स वा
एष पुरुषो ऽन्नरसमय:॥

तैत्तिरीयोपनिषद् ब्रह्मानंदवल्ली॥

सत्व रजस्तमसां साम्यावस्था प्रकृति:। प्रकृते
र्महान् महतो ऽहंकारो ऽहङ्कारात् पञ्चतन्मात्रा
ण्युभयमिन्द्रियं पञ्चतन्मात्रेभ्य:॥
स्थूलभूतानि पुरुष: इति पञ्चविंशतिगण:॥
सांख्य सूत्र० अ०१ सू० ६१

جیسے تو سارا عالم معجزہ ہے۔ آسمان، زمین۔ کرہ ہوائی۔ ایک ایک انسان
کی عقل کو حیران کر دینے والے ہیں۔ اور اپنے پیچھے ایک بزرگترین سازگار
سستدرک طاقت کا پتہ دیتے ہیں۔ لیکن معجزہ (Miracle) کے
ٹھیک معنوں میں دنیا کی پیدائش کوئی بھی فلاسفر نہیں مان سکتا۔ بتدریج
ترقی ہی مانی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ دعوے بالکل ممکن ہے کہ ارتقاء کے سب درجے
ایک لمحہ میں گذر جاویں گیا۔ ارتقار کے نئے مدعیوں کا یہ دعوے نہیں ہے
کہ آدمی حمل کے دس مہینوں کے قیام میں ہی ارتقاء کے ان مدارج
میں سے گذر جاتا ہے کہ جن مدارج میں سے آدمی کے جسم کو مکمل ہوتے
ہوئے کروڑوں اربوں سال لگے ہیں اگر کروڑوں سالوں میں گذرنے کے
قابل مدارج دس مہینوں میں گذر جا سکتے ہیں تو یہ دعوے کیوں ناواجب
ہے کہ ارتقاء کے لطیف اور دقیق سے دقیق مدارج ایک لمحہ میں
گذر سکتے ہیں۔ لیکن ایسی حالت کوتاہ عقل کو ہی معجزہ دکھائی دیگی۔
اور اسے وہ خلاف قانون قدرت سمجھے گا۔ وقت کی مقدار پر انحصار
نہیں کیا جا سکتا۔ ارتقاء کے مدارج [illegible] کرنا مناسب ہے۔ سو یہ قدیم
آریہ کتب میں پایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں پر یہ ضرور کہا جاویگا۔ کہ حدیث
مدارج اور اختلاف مدارج کا پتہ نہیں ملتا۔ صرف چار پانچ سطروں میں
چار پانچ مدارج پر بس کر دی گئی ہے۔ اس کے متعلق فاضل ناظرین سے التماس

کرونگا۔ جب انسان پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو کر اپنی چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے۔ تو نزدیک کی چیزیں اسکو مکمل تفصیل میں دکھائی دیتی ہیں لیکن دور دور کے نظارے تفصیل وار نہیں دکھائی دیتے۔ کیا اس سے انسان یہ فرض کر لے کہ دور دور جگہوں میں ایسی مکمل تفصیل نہیں جیسی کہ اس جگہ میں ہے۔ اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ کیونکہ اصلیت اسکے خلاف ہے۔ اور اگر اسکو عین الیقین کرنے کی ضرورت ہو تو ان جگہوں میں جا کر دیکھ لے۔ لیکن ایسی غلطی عقلمند آدمی سے نہیں ہو سکتی بہ قول تو مادی دنیا پر حادی ہوتا ہے۔

دماغی دنیا میں لوگ بھول جاتے ہیں کہ دور دور کی چیزوں میں ویسی مکمل تفصیل ہو سکتی ہے جیسی کہ نزدیک کی چیزوں میں دور کے خیالات بھی ویسے ہی لطیف سلسلہ میں منسلک ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ نزدیک کے جن میں کہ ہم کھڑے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کے خیالات کی تحریروں کی کثرت ہے اور وہ ہم کو آسانی سے حاصل ہیں اور دور کے زمانہ کی تحریریں کم ملتی ہیں اور ہم کو آسانی سے حاصل نہیں ہوتیں اسلئے ہم اس زمانہ کے خیالات میں اٹوٹ سلسلہ دیکھیں اور زمانہ قدیم کے خیالات میں توڑ۔ تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آج سے دس ہزار سال کے بعد اس زمانہ کے خیالات کی تفصیل اسی صفائی کے ساتھ رہے گی جیسی کہ

اب ہے - اگر آیندہ نسلیں [ اصلیت ] کو ہی (ہرشت نچوڑ) وقت کی مار سے
بچا کر وہاں تک پہنچا دیں۔ تو بھی ہم سمجھ سکے کہ اُس زمانہ کے خیالات
میں کچھ ست تھا۔ اور آیندہ نسلیں اُس ست کی تقسیم کرتی تھیں۔
کیا اس سے یہ سمجھا جا سکیگا کہ اس زمانہ کے خیالات میں کمی ہے۔ ایسا
سمجھنا اصلیت کے خلاف ہوگا۔ ٹھیک ایسی حالت کی رعایت زمانہ قدیم
کے خیالات کو دی جا سکتی ہے۔ اُن کے خیالات میں کمی نہیں تھا۔ کیونکہ
صرف اُن کا نچوڑ ہی اُن کے بعد کی نسلیں ہم تک لا سکی ہیں۔ ارتقار کے
مسئلہ کی تسلیم کا ضروری حصّوں میں اُن کے اندر ملنا کافی ہے۔ تفصیل کا
نہ ملنا اس بات کی سند سمجھنی چاہیے کہ اُن خیالات کا زمانہ ہم سے بہت
دُور ہے - اتنا اور کہ شاید ہمارا قیاس بھی اسکے معیّن کرنے میں ہمارا
مددگار نہ ہو۔ یہاں پر یہ لکھنا بھی مناسب ہوگا۔ کہ اس وقت ارتقار کی
جو خاص تدریج معیّن ہوئی ہے اُسکے لئے اسکے طرفدار اپنے قائم
کیئے۔ مسایل سے صرف ( consistency ) موافقت کا دعوےٰ
کر سکتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ درحقیقت یہی ہے اسکے آگے
انہیں ( Ignoramus ) ہم نہیں جانتے - ہی ٹھیک رہیگا۔
بس ہم نے دیکھ لیا کہ ارتقاء کے زمانے اور تدریج کی تفصیل پر انحصار
کرنا ٹھیک - ہاں ارتقاء کی صرف تدریج پر انحصار ہو

سو اس بات میں اس وقت کی دنیا قدیم زمانہ کی دنیا سے آگے نہیں تھی
معجزہ اگر کہا جا سکتا ہے تو مطلق نیستی سے ہستی کی پیدائش کو۔
جب تک نیستی سے ہستی کی پیدائش کا مسئلہ ہماری قدیم کتب میں ملیگا
تب (Miracle) کا الزام ناواجب ہوگا۔ اور تب تک کوئی انسان
یہ نہیں کہہ سکتا کہ قدیم کتب میں مسئلہ ارتقاء نہیں۔ پرکرتی سے مہان۔ مہان
سے اہنکار۔ اہنکار سے پنچ تن ماترا۔ دونوں پرکار کی اندریاں پنچ تن
ماتراؤں سے ستھول بھوت۔ اتنی تفصیل کی بھی ضرورت نہیں۔ زمانہ قدیم
میں ارتقاء کے مسئلے کی موجودگی ثابت کرنے کے لیے۔

नासतो विद्यते भावो ना भावी विद्यते सतः यह
अथवा आसीदिदं तमो अभूतमप्रज्ञातमलक्षणम्।
अप्रतर्क्यम विज्ञेयं प्रसुप्तमिव सर्वतः॥

अथवा-

सदेव सौम्येदमग्रमासीत्।

अथवा-

असद्वा इदमग्र मासीत्।

अथवा

तम आसीत्तमसा गूढमग्रे ऽप्रकेतं सलिलं सर्वमा इदम्।

یہ وید کا قول ہی کافی ہے۔ اسلئے جہاں مسئلہ ارتقاء کے ساتھ ایشور اور جیو رہ سکتے ہیں وہاں ایشور اور جیو کے ساتھ مسئلہ ارتقاء رہتا چلا آیا ہے

# تیسری فصل

## معمولی آدمیوں سے اعلےٰ درجہ کے جاندار ہو سکتے ہیں

اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسئلہ الہام کا اس مسئلہ ارتقاء کے ساتھ میل ہو سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اور اگر ہو سکتا ہے۔ تو کس طرح سے۔ کیا کوئی طریقہ ممکن ہے۔ کیا مادی دُنیا میں جو ارتقاء دکھائی دیتا ہے۔ وہ دماغی اور علمی دُنیا میں نہیں ہو سکتا۔ کیا درجہ وار علم کی ترقی نہیں ہو سکتی؟ کیا اس کے لئے خاص معجزے کی ضرورت ہے بعض نے مندرجہ بالا حصے میں جو نتیجہ بویا گیا ہے اُسکی موجودگی میں علم کے الہامی ہونیکے مسئلے کا میلان ارتقاء کے مسئلے کے ساتھ ممکن ہے ناممکن ہونیکے لئے کوئی دلیل نہیں لارج نے بتایا ہے۔ کہ اگر جنگلی آدمی تہذیب کا علم مہذب لوگوں سے لے سکتے ہیں تو انسان بھی اعلےٰ ترین روحوں سے بھی علم لے سکتا ہے۔

جب ایک سائنسدان ایسا محسوس کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے۔ تو

"الہامی علم انسان میں کیسے آسکتا ہے"۔ اِس سوال پر اُن عالموں کو
تو مشکل ہی پیش نہیں آتی جو کہ رُوح کی پیدائش۔ فنا۔ اور ثمرہ اعمال۔ تناسخ
اور نجات مانتے ہوں۔ اُنکے لئے تو یہ سوال بہت آسان۔ اور سہل ہو
جاتا ہے وہ تو گویا سائنس کی کمی کو پُورا کرتے ہیں۔ اسبات کے مُدعیوں
کے لئے تو سائینسدان اپنے ارتقاء سے ایسے جاندار کے وجود کو سطح
زمین پر موجود کردیں۔ کہ جو سوچ سکتا ہو اور جس کے مُنہ وغیرہ کی بناوٹ
ایسی ہو چکی ہو۔ کہ اُس سے جُڑے ہوئے (Articulate)
حروف نکل سکتے ہوں۔ باقی وہ پُورا کرلینگے۔ ثمرہ اعمال سے جیو کا
تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ اگر اُس رُوح کو پہلی پیدائش میں محسوس الفاظ
کا علم ہے تو اُسکے پاس الفاظ نکالنے کی کل اپنا جسم بھی موجود ہے۔
لفظ کی ادائیگی ہو سکتی ہے اور دوسرے انسان اُسے سُن سکتے ہیں اور
سیکھ سکتے ہیں۔

رُوح کی قوت حافظ کی ترقی کی حد کا کیا کوئی ٹھکانا ہے؟ آدمی میں
اس بارہ میں اختلاف ہے۔ کسی کو اپنی اِس زندگی کے گذشتہ واقعات
کی صرف دُھندلی سی یاد ہی رہتی ہے لیکن کسی کو ہر ایک واقعہ صاف یاد
رہتا ہے۔ نشئی چیزوں کا اثر کسی پر کم ہوتا ہے کسی پر زیادہ۔ کئی اپنے حافظے
وغیرہ کو قایم رکھ سکتے ہیں۔ کئیوں کو نسیان ہو جاتا ہے۔ بہت غم اور

بہت خوشی کے وقت قوت حافظہ جواب دیجاتی ہے۔ لیکن کیا اس میں
کوئی شک ہے کہ کئی آدمی اپنے حافظے کو قائم رکھتے ہیں۔ جسطرح معمولی
انسان اس بارہ میں ایسا اختلاف دکھاتے ہیں۔ اسی طرح ایسے
جیو ہو سکتے ہیں کہ موت جیسے تاریک واقعہ پر نہ ہی صرف گذشتہ
جنم کے سنسکار مانند بلکہ خاص واقعات کو اپنی یاد میں رکھ سکتے ہیں۔
موہ سے موڑھتا کو پراپت نہیں ہوتے۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ اس قسم کی
بہت ہی کہانیاں رائج ہیں۔ لیکن ایسی ویسی کہانیوں کو آپکے سامنے
نہیں رکھتا۔ وہ غیر مستند ہو سکتی ہیں۔

جو واقعات ان کہانیوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ایسے نہیں ہیں
کہ روزمرہ معمولی آدمیوں کے سامنے آیا کریں۔ یہ بہت ہی شاذ و نادر
ہوتے ہیں۔ میں ایک ایسا حال آپکے سامنے رکھنے لگا ہوں۔ جو سائنس
کی تحقیقات میں تمثیل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کہانی ڈاکٹر
کارپینٹر نے اپنی کتاب
(Mental Physiology)
میں لکھا ہے۔ ۱۸۱۲ء میں امریکہ کے کسانوں کا ایک لڑکا جو لکھنا پڑھنا
وغیرہ نہیں سیکھا تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں لندن لایا گیا اور بہت
سے علم ہندسہ کے عالموں نے اس کا امتحان لیا۔ ان میں فرانسس
بیلی ایک عالم تھے۔ ان کے ہی بیان سے مندرجہ کتاب میں کہانی نقل

کی گئی ہے۔ کعب۔ مربعہ۔ جذر الکعب۔ جذر۔ ضرب۔ تقسیم کے کئی سوال
اس پر لکھے گئے۔ جن میں سے کئی سنکھوں تک پہونچتے تھے۔ لیکن لکھنے والا
ابھی سوال لکھنے بھی نہ پاتا تھا۔ نکالنا تو دور رہا۔ اتنے میں وہ لڑکا
سوال کا جواب بتا دیتا تھا۔ عالموں نے اس سے پوچھا کیسے کرتے
ہو۔ لیکن یہ لڑکا اپنے خیالات کی توضیح نہ کر سکتا تھا۔ اسکے کئی ایک
قاعدوں کو سمجھنے کی کوشش بھی کی گئی۔ ایسے واقعات گذشتہ جنم
کے سنسکاروں کی بنا پر سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اس لڑکے کے بارہ میں
یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ حساب کے متعلق اس کا حافظہ اتنا تیز تھا۔ کہ
جنم کے بدلنے پر بھی اسکو وہ قائم رکھ سکا۔ اتنی دور ہم نہ بھی جاویں تو
تو بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آدمیوں کی ذہانت میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے
جس بات کو معمولی آدمی بڑی عمر میں جا کر سیکھ سکتے ہیں یا کوشش
کرنے پر بھی نہیں سیکھ سکتے۔ اس کو کئی خاص بچے چھوٹی عمر میں
سیکھ سکتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہی دنوں سرسوتی (ماہواری رسالہ) کے
نمبر میں مدن نامی اک بچے کا فوٹو چھپا تھا۔ تعلیم کی مدت کئی حالتوں
میں بہت ہی کم ہوتی ہے۔ دس سال کی بجائے چار سال۔ چار کی بجائے
دو سال اور دو سال کی بجائے چھ ماہ۔ یا مہینہ یا دن منٹ۔ اور
سیکنڈ۔ یہ سب کچھ ذہن کے تجربے سے پا سکتے ہیں۔

ایسے واقعات کو بھی تو ہم الہام کہینگے - اگر حساب اور موسیقی کے بارہ میں ایسے واقعات اس زمانہ میں ہو سکتے ہیں تو زبان کے بارہ میں غیر معمولی واقعات بھی ہو سکتے ہیں - اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے واقعات عام معاملات کی دنیا میں بہت ہی کم ہوتے ہیں -

حاصل کلام یہ - کہ معمولی انسانوں سے بھی اعلےٰ جماعت کے جیو ہو سکتے ہیں - کہ جو انسانی قالب میں آنے پر لوگوں کو متحیر کر سکتے ہیں - اُنکی یہ بزرگی کیسے ہوئی - اسکے لئے رُوح کے اعمال ہی جواب دہ ہیں - اس طرح زندگی میں انسانوں کی مہتری کہتری کا باعث اُن کے اعمال کا اختلاف ہی ہوتا ہے - یہاں کے اس تجربہ کو موت کے بعد کی حالت پر پھیلا دیجئے سب معجزہ سمجھ میں آجاویگا - آخر میں اس بات کی طرف دھیان دلانا ضروری ہے - کہ خدا - رُوح اور مادہ کی تثلیث کو ماننے والا کوئی مذہب رُوح کے اعمال اور اُن کے ثمرے وغیرہ کیلئے تناسخ - نجات - پیدائش - فنا کے سلسلے کا ازلی و ابدی ہونا - اِن مسائل کو ترک کر کے نقص اور کمیوں سے مبرا نہیں رہ سکتا -

علم کو الہامی (غیر انسانی) ماننے والے ان مسائل سے باہر نہیں جا سکتے - ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہی راستہ ہے - اسی پر سے چلنا ہوگا - اسی پر سے گذرنا ہوگا - نہیں تو ٹھوکریں تیار رہیں گی -

# چوتھی فصل

## زبان اور علم کا تعلق اور وید کی ضرورت

اب اس سوال پر غور کرنا ہے کہ مادّی دنیا میں جو ارتقاء دکھائی دیتا ہے۔ کیا وہ دماغی یا علمی دُنیا میں نہیں ہو سکتا؟ کیا انسانوں میں بتدریج ترقی نہیں ہو سکتی؟ کیا اسکے لئے خاص معجزے کی ضرورت ہے۔ علم کی ترقی کے سوال کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑا سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ سوال زبان کا ہے۔ زبان اور علم کی ترقی کا گہرا تعلّق ہے۔ علم کی بتدریج ترقی زبان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

اس بارہ میں میکس مولر نے اپنی کُتب میں بہت کچھ چھان بین کی ہے۔ سائنس آف تھاٹ نامی کتاب میں شروع میں ہی اُسنے اس بات پر بحث کی ہے کہ زبان اور خیال کا تعلق ثابت شدہ ہے "ازلی اور ابدی" ہے لیکن ثابت شدہ اور ازلی ابدی کے الفاظ کا استعمال شاید مناسب معلوم ہو۔ اسکے اپنے الفاظ میں (inseparable) ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ لوازمت زبان کی سائنس کا بنیادی مسئلہ ہے اسکے الفاظ ہیں۔

*The fundamental tenet of the science of language.*

وہ حیران ہوتا ہے کہ جب لوگ یہ مان سکتے ہیں کہ خیالات (Concept)

کے بغیر الفاظ ناممکن ہیں۔ تو اس کے ماننے میں اُن کو کیوں اعتراض ہے
کہ خیالات بھی اپنی باری میں الفاظ کے بغیر ناممکن ہیں۔ خیال
(thought) اور زبان کو وہ ایک سکہ کے دو پہلو سمجھتا ہے۔ یہ سکہ
ایک ہے اور تقسیم کے قابل نہیں۔ نہ ہی خیال ہے اور نہ ہی آواز۔ بلکہ لفظ
زبان کو تو وہ من کی حس سمجھتا ہے۔ ہمارا لفظوں سے سوچنا ایسا ہی جیسے
آنکھ سے دیکھنا۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ آنکھ صرف ذریعہ ہے۔ اور
ایسا ہی الفاظ صرف ذریعہ ہیں۔ اور آتما (self) جو دیکھتا اور سوچتا
معلوم ہوتا ہے آنکھوں اور لفظوں سے جدا ہے۔ وہ آتما (self)
کیا ہے۔ اسکا نہ تو یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا جواب دیا
جا سکتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ کہ "زبان من کے باہر نہیں بلکہ من کا بیرونی
پہلو ہے۔ زبان ہی خیال ہے اور خیال ہی زبان ہے"۔ اپنے ان مسائل
کی تائید میں میکس مولر نے مشرق اور مغرب کے فلاسفروں کی رائوں کی
بخوبی پڑتال کی ہے۔ جن میں سے کئی اس کی رائے کی تائید کرتے ہیں
کئی اس بارے میں صاف نہیں کہہ گئے۔ لیکن جو کچھ کہہ گئے ہیں۔ اگر وہ
لطافت کا تعلق نہیں۔ تو بہت کثافت کا تو مان ہی گئے ہیں۔
ایک ادھر برکلے جیسے اس بارہ میں ان الفاظ میں ظاہر کر گئے ہیں۔

Since therefore words are apt to impose on the understanding [I am resolved in my enquires to make as little use of them as Possibly I can] What ever ideas I consider, I shall endeavour to take them bare and naked in to my view. Keeping out of my thoughts so far as I am able these names which long and constant use have united with them.....—

یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ اس کتاب کے خاتمے پر مصنف نے ظاہر کیا ہے کہ الفاظ کے استعمال سے بہت بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن اسکی بیخودی الفاظ میں ہی رہ گئی۔ یعنی حل نہ ہو سکی۔

جہاں پرانے رشی منی "सिद्धे शब्दार्थसम्बन्धे" "औत्पत्तिकस्तु शब्दस्यार्थेन सम्बन्धः" اس طرح اپنے تجربات کو مختصر پیرایہ میں قلم بند کر گئے ہیں۔ جہاں ہمارے شاعر "वागर्थाविव सम्पृक्तौ" اس قسم کی تشبیہوں ـــ

بھی لاثانی نظموں کا آغاز کر گئے ہیں۔ وہاں کئی مغربی عالموں کے قول
دیئے بھی ٹھیک ہونگے۔

Without language man could never have come to his reasons and we might add, to his sences:- Herder.

Thinking and speaking are so entirely one that we can only distinguish them is internal and external, nay as internal every thought is already a word. Schleier Macher.

If we separate intellect and language, such a separation does not eseist in reality.

Von. Humboldt.

without language it is impossible no common philosophical, nay even any human consciousness-

Shelling.

We think in names - Hegel

Words are the fortress of thought.

Unless thought be accompanied at each point of of its evolution by a correspending evolution of language, its further development its arrested. Sir William Hamilton.

Every conceptual act is so immidiatly followed as to seem accompained by a nomenclatory me.

Whitney.

ہیملٹن کہتا ہے کہ جیسے ریت کے ٹیلے میں سرنگ نکالنے کیلئے فٹ فٹ اور انچہ انچہ کو پکی محرابوں سے مضبوط کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جاکر کامیابی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگیان کے ٹیلے میں سے سرنگ کا راستہ نکالنے کے لیئے فٹ فٹ اور انچہ انچہ پر الفاظ کی محرابیں لگانی پڑتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو آگے کھودتے جاویں اور پیچھے سے بھرتا جاوے اور شاید آگے کھودنا ہی ناممکن ہو جاوے۔

مندرجہ تحریر سے ظاہر ہو گیا ہے کہ علم کی ترقی انسانوں میں زبان کے بغیر

نہیں ہوسکتی۔ اب سوال یہ ٹھہرتا ہے۔ کہ کیا زبان اور علم کی ترقی ارتقاء کے بموجب نہیں ہوسکتی؟ آپکو پہلے سے کئی تاریخی واقعات کا علم ہوگا۔ کہ جن کے ذریعہ یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا بولنا آدمی کی قدرتی صفت ہے۔ اور اگر ہے تو بولنے کا آغاز کس طرح ہوتا ہے ایسے تجربے بے رحمی کے کام ہیں۔ بغیر ایسے تجربے کیئے کے بھی ہم اپنا مدعا حاصل کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی ہندوستانی بچہ انگریزی نہیں سیکھ سکتا تو اپنے وطن کی زبان یا اور کوئی زبان بھی بغیر سکھائے نہیں سیکھ سکتا۔ ایسے تجربہ کرنے صریح ظلم ہیں۔ بغیر اسکے اور کچھ نہیں۔ ایک یوروپین بچے کو پیدا ہوتے ہی جنگل میں چھوڑا جاوے اور اس کی حفاظت کے عجیب غریب ذرایعے عمل میں لائے جاویں کہ جس میں شایستہ انسان کا مس نہ ہو تو بڑے ہوکر اس کی حالت افریقہ کے ایک جنگلی آدمی سے بھی خراب ہوگی در حقیقت وہ حیوان بشکل انسان ہوگا۔ کیونکہ افریقہ کے جنگلی بھی زبان رکھتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ عقل بھی رکھتے ہیں اور کوئی قوم ان میں ایسی نہیں پائی گئی۔ جو زبان سے محروم ہو۔ برخلاف اسکے جنگلی بچہ کو سایستہ سوسائٹی میں پالا جاوے تو شایستہ سوسائٹی کے معمولی آدمیوں جیسا زبان میں اور خوشنگی میں وہ ہو ہی جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنگلی قوموں کو شایستہ بنانے کے لیئے مشن ناکام ہوتے۔

حساب اور ارتقاء کی اصطلاح میں ان تجربات کو اس طرح بیان

کر سکتے ہیں کہ شایستہ قوم کا بچہ جنگل میں ڈالا ہو۔ اور انسانی اثرات سے بیس تیس سال تک دور رکھا ہوا۔ حالت میں ویسا ہی ہوگا جیسا آج سے تین لاکھ سال پہلے کا انسان تھا۔ اور جنگلی کا بچہ مہذب قوم میں آیا ہوا۔ اگر ارتقار کے سلسلے میں شایستہ انسان سے لاکھ سال پیچھے مانا جاوے تو اس لاکھ سال کی کمی بیس سال میں پوری کریگا۔ پرنیام وادیوں کو چاہیئے کہ اس معجزہ کا جواب دیں۔ اس کی تشریح کریں۔ کیا اس زمانہ کا جنگلی آدمی اُتنا ترقی یافتہ نہیں ہے۔ جتنا کہ شایستہ آدمی؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ لاکھ سال کی کمی کو بیس سال میں کیسے پورا کر لیتا ہے۔ اور بیس تیس سال کی تعلیم سے محروم ہوتا ہوا شایستہ انسان کا بچہ تین لاکھ سال پیچھے کیسے جا پڑتا؟ اور کیا اس میں کوئی نامناسب بات ہوگی۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اس گوارٹرنری یگ کے آغاز کے انسان کا بچہ آج کے شایستہ آدمیوں میں پرورش پائے تو وہ بھی اُن کی شایستگی کو حاصل کر سکیگا۔ اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جیسے بچہ ماں کے بطن میں ارتقار کے سب مدارج میں سے (کہ جن میں سے جسم (species) لاکھوں اور کروڑوں سالوں تک گذرا) صرف دس مہینے میں ہی گذر جاتا ہے ویسے شایستہ قوم کے بطن میں رہکر جنگلی بچہ بھی خیالات کے ارتقار کے ان سب مدارج میں سے بیس سال میں گذر جاتا ہے کہ جن میں گذرتے ہوئے لاکھوں سال لگے تھے۔ اور شایستہ قوم کے بچے کو جنگل میں ڈالنا اُسے بطن کی مناسب

جگہ سے محروم رکھنا ہی ہے -

لیکن یہ یاد رہے کہ جو مثال دی ہے وہ ارتقا کے ماننے والوں کا اپنا
مقرر کردہ اصول ہے دوسروں کے لئے سند نہیں ہو سکتا - صرف اُن کے اپنے
لئے ہی اُنکی صنعت ہے - اُسپر بھی دو باتوں کا اطلاق ہو سکتا ہے - ایک تو
یہ کہ یہ تمثیل ہی ہے نہ کہ تشریح - اور دوسرے یہ کہ یہ سوال پھر بھی بنا
رہتا ہے - کہ کیا باعث کہ اس زمانے میں کئی قومیں کہ جن کے بچے شایستہ
قوموں میں پل کر شایستہ ہو سکتے ہیں - اور لاکھوں سال کی کمی بیس سال
میں پوری کر سکتے ہیں - اب تک خود شایستہ قوموں جیسی شایستہ نہیں ہو
گئیں - کیا لاکھوں سالوں تک اُن قوموں کو ایسی زمین نہیں ملی جیسی دوسروں
کو ؟ کیا ایسی ہوا نہیں ملی جیسی دوسروں کو ؟ کیا اُن کو ایسا آسمان نہیں ملا
کہ جسکے نیچے شایستگی پیدا ہو سکے ! کیا ویسے سورج - چاند - ستارے
اُن کے سروں پر نہیں چمکتے رہے - جیسے کہ مہذب قوموں کے سروں پر
شروع سے چمکتے رہے ہیں - کیا اب اس زمین پر رہتے ہوئے - اسی ہوا میں
سانس لیتے ہوں - اسی آسمان کے نیچے رہتے ہوں اور انہی سورج - چاند
ستاروں کی روشنی میں رہتے ہوئے اُن کے بچے شایستہ قوم میں پل کر شایستہ
نہیں بنائے جا سکتے ؟ ضرور بنائے جا سکتے ہیں - لیکن ہو سکتا ہے
[illegible] کی بناوٹ میں بہت کم فرق [illegible] سالوں [illegible]

اس فرق کا پیدا کرنیوالا ہو کہ جو بیس سال میں پورا ہو سکتا ہے۔ حساب
کی اصطلاح میں یہ فرق ہوگا۔
بہت تھوڑا فرق × ۳۰۰۰۰ = کل فرق۔ لیکن یاد رہے کہ شایستہ قوم
کے بچے کو بھی شایستہ بننے میں بیس ہی سال لگتے ہیں۔ جینے بچے دونوں
قوموں کے برابر ہیں۔ شایستہ قوم کا آدمی اسلئے شایستہ ہوتا ہے کہ وہ
شایستہ قوم میں پلا ہے۔ جنگلی آدمی اسلئے جنگلی ہے کہ وہ جنگلوں میں
رہا ہے۔ کیا قوموں پر اسکا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ کہ شایستہ قومیں اس لیئے
شایستہ ہیں۔ کہ شایستہ قوموں کے ساتھ اُن کا تعلق رہتا آیا ہے
اسی سلسلے کو کہیں ٹھیرانا پڑیگا۔ وہ ٹھیراؤ کیا کسی روحانی حالت پر ختم نہ ہوگا۔
بہت کم فرق لاکھوں سالوں تک چلتا ہوا۔ فرق کنندہ ماننے کے سوا یہ
کہا جا سکتا ہے کہ جنگلی قوموں کی بتدریج ترقی پیچھے ہوئی ہوگی۔
فرض کیجیئے کہ لاکھ سال پیچھے۔ تو کیا اس سے توضیح ہو جاویگی۔ مختصر جواب
کہ لاکھ سال = بیس سال کے نہیں ہو سکتے۔ علم ہندسہ کے نا ممکنات
سد راہ ہیں لیکن اسپر بھی ہم تعظیم کے ساتھ یہ قبول کرتے ہیں۔ کہ انسان علم
اور زبان کو خود ارتقاء کر لیتا ہے لیکن اگر ہر ایک انسان اپنے تجربے کی
طرف دھیان دے کہ ایک آدمی اکیلے سوچتا ہوا۔ کس طرح بہ ضرورت محسوس
کرتا ہے۔ کہ اپنے خیالات دوسروں کے ساتھ ملاسکے۔ اسی

خیالات اور تجربات کے میلان کی بنیاد پر تو آدمیوں میں زبان کی ابتدا پیدائش کی توضیح کی جاتی ہے۔ درحقیقت آدمی کو اپنے خیالات پر تب تک عقیدت نہیں ہوتی اور اسکا دل مضطرب رہتا ہے جب تک کہ اس کے خیالات کی تائید دوسروں کے خیالات اور تجربات سے نہ ہو جاوے۔ بڑے بڑے عالم فلاسفر *Igmoramus*,

नविद्मोन विजानीम: *Ignorabimus*

کہتے چلے گئے۔ کیا یہ سب محسوس نہیں کرتے اور نہیں چاہتے تھے۔ کہ ان کے خیالات و تجربات کی تائید کسی طرح سے ہو جاتی اور ان کو قرار حاصل ہوتا اس کو ہر ایک آدمی اپنی مثال سے سمجھ سکتا ہے۔ انسانی قوم خود علم اور زبان کی ترقی کر سکتی ہے لیکن اُن کی تائید کی ضرورت بنی رہتی ہے اور قرار حاصل نہیں ہوتا۔ اس قرار کے لئے عقیدت و اعتماد کی ضرورت ہے۔ ارادت و عقیدت کی بنیاد کیا ہے۔ اس بنیاد کی انسان کو ضرورت ہے یہ ضرورت آج نہیں محسوس ہوتی۔ بلکہ جب سے انسانی پیدائش ہے اور جب سے انسان کو اپنی انسانیت کا خیال ہوا۔

*We have but fait, we can not know*
*For knowledge is of thing we see.*

اس ارادت اور اعتقاد Faith کی اصلی بنیاد پر ہم کو دیکھنا

اور اُسکا گیان وید ہیں - پرماتما اور وید کے آسرے سے بغیر زبان اور علم کی ترقی مانی جا سکتی ہے لیکن بغیر سہارے اور بغیر اعتماد کے -

میکس مولر ایک جگہ لکھتا ہے λογος یونانی زبان میں शब्द - इच्छाज्ञान کا جتلانے والا تھا - لیکن اس سے ہمارے سب سوال حل نہیں ہو سکتے ضرورت ایسے لفظ کی ہے جسکے معنے अदृष्टापेक्षया इच्छा یعنی ارادت کی ضرورت ہے -

# پانچویں فصل

## وید گیان کونسا ہے اور کیسے آیا

اب جبکہ ابتدائی گروہ اور اُس کے گیان وید کی ضرورت انسان کو ہے تو سوال یہ رہتا ہے کہ وید گیان کونسا ہے اور کیسے آیا؟

وید گیان کونسا ہے - اسکا جواب دینے سے پہلے دُوسرے حصے کو پہلے لے لیتے ہیں - پہلے ایک جگہ کہا جا چکا ہے کہ جیو کو پہلے جنم میں محسوس کئے الفاظ کا علم ہو سکتا ہے - ایسا جیو اس یاد کو اپنے ساتھ اس دُنیا میں لا سکتا ہے اسکے لئے امریکہ کے ایک حساب دان بچے کی تمثیل دی گئی تھی - اعلےٰ رُوح نجات پاکر پرماتما میں گھومتی ہے اس بارہ میں ستیارتھ پرکاش میں اسطرح لکھا ہے

وہ مکت جیو انت ویا پک برہم میں سوچھند گھومتا۔ شدھ گیان سے سب سرشٹی کو دیکھنا۔ البتہ مکتوں کے ساتھ ملتا۔ سرشٹی ودّیا کو کرم سے دیکھتا ہوا سب لوک لوکانتروں میں اور تخفات جتنے یہ لوک دکھتے ہیں اور نہیں دکھیتے اُن سب میں گھومتا ہے۔ وہ سب پدارتھوں کو جو کہ اُس کے گیان کے آگے ہیں دیکھتا ہے جتنا گیان ادھک ہوتا ہے اُسکو اتنا ہی آنند ادھک ہوتا ہے۔ مکتی میں جیو نرمل ہونے سے پورن گیانی ہو کر اُس کو سب سنت پدارتھوں کا بھان یتھاوت ہوتا ہے۔ وغیرہ

پرماتما میں پرانت کال تک رہتے ہوئے اُسکو جو گیان رہتا ہے اور مکتی سے لوٹنے پر کیا وہ معدوم ہو جاتا ہے ہرگز نہیں۔ ایسا جیو گیان سہت آتا ہے۔ ایسے جیو کو شبد ارتھ سمبندھ کا پورا علم ہوتا ہے۔

انسانی پیدائش کے آغاز میں پرماتما کے گیان کا ایک حصہ انسانوں کے لئے اور اُنکے لائق نجات یافتہ رُوحوں کے ذریعہ ملتا ہے۔ وہ نجات یافتہ روحوں کے اپنے محسوسات کا ثمرہ کہئے یا پرماتما کا دیا ہوا مجھے یکساں معلوم ہوتا ہے۔ جب پرماتما اپنی دنیا کے باب (کواڑ) نجات یافتہ رُوح کے لئے کھول دیتا ہے کہ جہاں چاہے پھرے۔ تو پرماتما کی پریرنا کہو یا جیو کا اپنا احساس یہ ایک بات ہے۔

سچّا علم ایک ہوتا ہے۔ دو نہیں ہو سکتا۔ راستی جیو کی ہے

تو وہ پرماتما کی بھی ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں آیا ہے۔
پرمیشور نراکار سرو ویاپک ہے۔ تو اپنی اکھل وید ودیا کا اپدیش
جیو ستیہ سروپ سے جیو آتما میں پرکاشت کرتا ہے۔
अतएव " شنکر نے ویدانت کے شاریرک بھاشیہ میں
नित्यमेव " اس سوتر کے بھاشیہ میں ایک جگہ اسی طرح سے وید
کے پرکاشت ہونے کا بیان کیا ہے اور کہا ہے۔
اس طرح ازلی ابدی ایشور کا ازلی ابدی وید گیان، ہر ایک پیدائش
دنیا کے آغاز میں انسانوں میں آتا ہے۔ تاکہ انسانوں میں ارادت اور
عقیدت کا جذبہ ہی اسکی بنیاد بنی رہے۔
اب ہم اس سوال کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں، کہ وہ وید
گیان کونسا ہے؟ کیا انسانیت کے قبضے میں اسوقت کوئی گیان ہے
جو " सर्वा इतती उप " سے شروع ہوتا ہے اور " अग्निमीळे
पिबध्वै " ان الفاظ میں ختم ہوتا ہے۔

# چھٹی فصل

## وید کی ازلیت و ابدیت - ویدک دھرم کی بنیاد

ابدیت ثابت کرنے سے پہلے اس کی ازلیت ثابت کرنی ضروری ہے۔

ہم دیکھینگے کی ازلیت پر ہی بس نہیں بلکہ ویددھرم کی بنیاد بھی ساتھ ہی ہے
سب سے پہلا ثبوت اِس زمانے کی پبلک کا ایک نظر ہونا ہے۔

ہمیں دو گونجیں سُنائی دیتی ہیں۔ ایک۔ تو یہ کہ دنیا میں جتنے مذاہب
مروّج ہیں اُن سب کا منبع وید ہے اور وہ مذاہب منبع کی نسبت کم
صاف ہیں۔ اُن میں زمانے کی گردش سے گدلاپن آگیا ہے۔ دوسری
یہ کہ کئی قوموں میں کئی ضروری خیالات موجود رہتے ہیں یا اُن کی
صریح بنیاد وید میں موجود ہے اسکے موافق ودھرم کے آثرات اب
تکمیل کی صورت میں موجود ہیں اُن کا بیج وید میں ہے دونوں آوازیں
جہاں وید کی قدامت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ وہاں زمانہ حال
کے مروّج خیالات کا تعلق بھی وید سے جوڑتی ہیں۔ نہ صرف خیالات کا ہی
بلکہ زبان کا بھی۔

فرق دونوں میں یہ ہے۔ ایک گروہ سمجھتا ہے۔ کہ خیالات اور زبان
میں تنزل ہوا ہے دوسرا سمجھتا ہے کہ ترقی بتدریج ہوئی ہے اور ترقی
بتدریج کے مدارج میں وید اس زمانے کے خیالات اور زبانوں سے پیچھے
ہے۔ وید کا قدیم بنیاد ہونا غیر بحث طلب معلوم ہوتا ہے۔ صرف دونوں
دعووں میں تنزل اور ترقی کا فرق معلوم ہوتا ہے تنزل کا دعوے قایم رکھنے کے
لیے یہ ضروری ہے کہ وید کے خیالات اور اسکی زبان کی عظمت آجکل کے

خیالات اور زبانوں پر قائم کی جاوے۔ یہ مضمون خود بڑا وسیع ہے۔ ایک
چھوٹے سے مضمون میں اس کی مفصل توضیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس
مضمون پر مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق پر کچھ آپکے سامنے
رکھنا چاہیئے۔

Denson مشہور فلاسفر نے ایک چھوٹی سی کتاب۔
Outlines of Indian Philosophy نامی لکھی ہے
اس میں انھوں نے دکھایا ہے کہ کسطرح بھارت ورش کی فلاسفی کی
تکمیل ہوئی ہے۔ ان کی رائے ہے کہ ویدوں میں قدرتی طاقتوں کی پرستش
تھی۔ ان طاقتوں میں مانشی بھاؤ کی کلپنا کی ہوئی تھی۔ فلاسفی کے خیالات
کچھ اسی زمانہ میں شروع ہو گئے تھے۔ واحدانیت کے خیال کا بیج
بویا جا چکا تھا۔ "कस्मै देवाय हविषा विधेम" کے
سوکت سے ایشور کا نام ڈھونڈنے کی کوشش ہو رہی تھی اور پرجاپتی
کو ڈھونڈھا جا چکا تھا۔ خیالات کی تکمیل کے ساتھ اس کا استھان برہم
اور آتما نے اپنشدوں میں لیا۔ بعد کے لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ
Pantheism اسکے بعد Cosmogonism پھر Theism
پھر سانکھیہ میں Atheism اختیار ہوا۔
اس سارے قصے کو گرانیکے لئے ایک ٹھیکری نیچے سے نکالنا کافی ہوگا۔

Theism ارتقاء کے مدارج میں श्वेताश्वर - کہتے ہیں

کے بعد ہونے میں شاہد ہے اسپر مندرجہ ذیل فقرہ اس اپنشد میں سے لکھتے ہیں

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते ।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति ॥
समाने वृक्षे पुरुषो निमग्नोऽनीशया शोचति मुह्यमानः ।
जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमीशमस्य महिमानमिति वीतशोकः ॥

لیکن وہ بھول گئے کہ یہ دونو ویدک منتر ہیں اور پھر رگوید کے۔ اپنشدوں اور ویدوں کے زمانے میں بڑا بھاری فرق عالم لوگ مانتے ہیں۔ کیا زبان کے لحاظ سے اور کیا جذبات کے خیال سے مندرجہ دو وید منتر ویدک زمانے کے ہیں مندرجہ اپنشد میں صرف یہی دو منتر نہیں بلکہ اور کئی منتر ہیں جو وید میں سے بطور سند لیکر اپنشد کے مصنف نے رکھے ہیں -

ऋचो अक्षरे परमे व्योमन्यस्मिन्देवा अधि विश्वे निषेदुः ।
यस्तन्न वेद किमृचा करिष्यति य इत्तद्विदुस्त इमे समासते ॥ १ ॥
सहस्रशीर्षा पुरुषः सहस्राक्षः सहस्रपात् ।
स भूमिं विश्वतो वृत्वात्यतिष्ठद्दशाङ्गुलम् ॥ २ ॥
पुरुष एवेदं सर्वं यद्भूतं यच्च भव्यम् ।
उतामृतत्वस्येशानो यदन्नेनातिरोहति ॥ ३ ॥

तदेवाग्निस्तदादित्यस्तद्वायुस्तदु चन्द्रमाः।
तदेव शुक्रं तद् ब्रह्म तदापस्तत्प्रजापतिः॥ ५॥

त्वं स्त्री त्वं पुमानसि त्वं कुमार उत वा कुमारी।
त्वं जीर्णो दण्डेन वञ्चसि त्वं जातो भवसि विश्वतोमुखः॥ ५॥

मा नस्तोके तनये मा न आयुषि मा नो गोषु मा नो अश्वेषु रीरिषः।
वीरान्मा नो रुद्र भामितो वधीर्हविष्मन्तः सदमित्त्वा हवामहे॥ ६॥

युञ्जानः प्रथमं मनस्तत्त्वाय सविता धियः।
अग्नेर्ज्योतिर्निचाय्य पृथिव्या अध्याभरत्॥ ७॥

युक्तेन मनसा वयं देवस्य सवितुः सवे।
स्वर्गेयाय शक्त्या॥ ८॥

युक्त्वाय मनसा देवान्सुवर्यतो धिया दिवम्।
बृहज्ज्योतिः करिष्यतः सविता प्रसुवाति तान्॥ ९॥

युञ्जते मन उत युञ्जते धियो विप्रा विप्रस्य बृहतो वि-
पश्चितः। वि होत्रा दधे वयुनाविदेक इन्मही देव
स्य सवितुः परिष्टुतिः॥ १०॥

युजे वां ब्रह्म पूर्व्यं नमोभिर्विश्लोक एतु पथ्येव सूरेः।
शृण्वन्ति विश्वे अमृतस्य पुत्रा आ ये धामानि दिव्या-
नि तस्थुः॥

वेदाहमेतं पुरुषं महान्तमादित्यवर्णं तमसः परस्तात् ।
तमेव विदित्वातिमृत्युमेति नान्यः पन्था विद्यतेऽयनाय ॥

یہ سب منتر اور ان میں کے خیالات اُپنشدوں کے زمانے میں تکمیل نہیں ہوئے۔ لیکن
ویدک زمانے اور ویدوں میں موجود ہیں۔ اگر تکمیل کی جگہ تشریح کا لفظ استعمال
کیا جاوے تو بہتر ہو۔ شویتاشوتر مندرجہ سب وید منتروں کی تشریح کر رہا ہے
تشریح اگر تکمیل کہی جا سکتی ہے تو اپنشد کی تکمیل ہے۔ اگر ایک ماسٹر
सत्यमेव विजयते नानृतम् اس کی تشریح شاگرد کے آگے
کرے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ کہ خیال پہلے کچا تھا ادھیاپک اسکی تکمیل کر رہا ہے
اگر شویتاشوتر اور کٹھ اپنشد کے زمانے کے پیچھے ہوتے اور اُن میں مندرجہ
فقروں کے ملنے کی بنا پر Theism کا پیچھے مکمل ہوتا پایا جاتا ہے تو
یہ بھاو ریت کی بنیاد پر کھڑا ہے۔

ایک اور مثال انہی صاحب کی لیجیے۔ کہتے ہیں کہ تناسخ کا خیال اپنشد
کے زمانہ میں آکر مکمل ہوا۔ اُن کو یہ معلوم نہیں کہ وید میں یہ پہلے سے موجود ہے

असुनीते पुनरस्मासु चक्षुः पुनः प्राणमिह नो धेहि भोगम् ।
ज्योक् पश्येम सूर्यमुच्चरन्तमनुमते मृडया नः स्वस्ति ।
पुनर्नो असुं पृथिवी ददातु पुनर्द्यौर्देवी पुनरन्तरिक्षम् ।
पुनर्नः सोमस्तन्वं ददातु पुनः पूषा पथ्यां २ या स्वस्तिः ॥

पुनर्मे त: पुनरायुर्म आगन पुन: प्राण: पुनरात्माम आ
गन् पुनश्चक्षु: पुन: श्रोत्रं म आगन्। वैश्वानरो अद
ब्धस्तनू पा अग्निर्न: पातु दुरितादवद्यात् ॥ युजु॰
युजु॰ अ॰ ४ मं॰ १५

पुनर्मैत्विन्द्रियं पुनरात्मा द्रविणं ब्राह्मणांच।
पुनरग्नयो धिष्ण्या यथा स्थाम कल्पयन्तामिहैव।
अथर्व॰ अ॰ ७ क॰ ६ वर्ग॰

सनो मह्या आदितये पुनर्दात् पितरंच दृशेयंमातरंच
ऋ॰ मं॰ १॰ सू॰ २४॰

پرماتما اور پُنر جنم کے بارے میں وچار اونپشدوں کے کال میں آکر پختہ نہیں ہوئے۔ وید میں
پہلے ہی موجود تھے۔ اونپشد محض تشریح ہی ہیں جیسا کہ براہمن گرنتھ کہ جنکا بہت سی حالتوں
میں وے حصہ ہی ہیں۔

رگ وید منڈل ا سوکت ۱۶۴۔ ۱۲۹ ا ا ۱۲۱ ا کو وے کٹھن اور آشچریہ جنک کہتے
ہیں۔ کیونکہ انمیں سب طرف پراکرت شکتیوں اور گھٹناؤں کی پوجا بھی دیکھتی
ہیں۔ مگر یہاں پر سارے وید کے منتروں کی کنجی ملتی ہے۔

"इन्द्रं मित्रं वरुणमग्निमाहुरथो दिव्य: स सुपर्णो गुरुत्मा
न्। एकं सद्विप्रा बहुधा वदन्त्यग्निं यमं मातरिश्वानमाहु:"।

یہ منتر ویدوں کے معنے کرنے کی کنجی ہے۔ وید کو آدمی کی تصنیف ماننے والے بھی اگر انصاف کا سہارا لیں۔ تو وید اپنے معنوں کی جو کُنجی بتاتا ہے اُسکا استعمال کریں۔ وید تو کہتا ہے۔ کہ اندر۔ متر۔ ورن۔ اگنی۔ سوپرن۔ وغیرہ ایک پرماتما کے نام ہیں۔ لیکن کئی ودوان اس طرف دھیان نہیں دینگے۔ وہ "Polytheism" ہی ثابت کرینگے۔

میکس مولر نے ایک اور نام اور ایک سنکیا گھڑی ہے۔ وہ 'Henotheism' ہے۔ یعنے ویدک کوئی جس دیوتا کی جب پرستش کرتے تھے اُس وقت اوروں کو بالکل بھول جاتے تھے۔ تیز فہم کی یہ بیشک کلپنا ہے۔ لیکن یہاں پر رُک نہیں جانا چاہیئے تھا۔ اس مفروض (کلپنا) کے ساتھ مندرجہ منتر کو بھی جوڑ کر فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اندر۔ متر اور ورن وغیرہ سب پرماتما کے نام ہیں۔ میں پہلے ایک جگہ کہہ چکا ہوں۔ کہ یہ انسان بتدریج ترقی کر سکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس میں گرو کا بڑا حصّہ ہے۔ ہمارے سامنے غیر مہذب قومیں موجود ہیں۔ جن کے بچّے بیس سال میں ہی شائستہ ہو سکتے ہیں۔ کیا ایسے بچّے یہ کہنے لگ جاویں۔ کہ ہماری قوم نے بتدریج ترقی کی ہے؟ کیا ایسا کہنا مناسب ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ اُن کو مہذب قوم کا مشکور ہونا چاہیئے۔ اس وقت جو فلاسفی کے مسائل ہیں وہ اگر سچائی پر مبنی

ہیں تو یہ سچائی قوموں سے قوموں میں آئی ہے بُنیاد کہیں اور ڈھونڈنی چاہیئے - کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان نے شروع سے ویدک سِدّھانت کا سہارا لیکر جو کچھ پیدایش عالم وغیرہ کو دیکھ کر سوچا ہے اور بچار کیا ہے وہ سب کچھ وید کی تشریح سمجھنی چاہیئے - تشریح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی - اُپنشد نے ایک جگہ جو اوم کے بارے میں کہا ہے وہی وید کے بارے میں کہا جا سکتا ہے -

इदं सर्वं तस्योपव्याख्यानमिह सर्ववेदस्योपव्याख्यानम्

# چھٹی فصل

## وید کی ازلیت وقدامت - وید زبانوں کی بُنیاد ہے

اب ہم سوال کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں - یعنے وید کے پیچھے کی زبان میں وید کی زبان سے زیادہ ترقی ہوئی یا تنزل؟ یہاں پر فائی لالوجی یعنے علم الزبان کے اصُولوں پر مفصل بحث نہیں ہو سکتی - لیکن اتنا ضرور کہنا ہے - کہ اس کے اصُولوں کے موافق زبان کی تکمیل کا ذریعہ انسان ہی ہے - بہت کچھ تو انسان اس تکمیل کے عمل سے بے خبر ہوتا ہے - زبان ایک انسان کا کام نہیں - بلکہ انسانیت

کا کام ہر ایک طرح سے علم زبان بھی زبان کو غیر انسانی مانتا ہے زبان کو الہامی مانتا
ہے۔ کیونکہ زبان کا کسی خاص آدمی سے تعلق نہیں ہے۔ اس علم نے زبان کی
ابتدائی پیدایش پر کئی مسئلے بنائے ہیں جنکو بھو بھو یا انوکرن چھی چھی !Pooh
!Pooh اور دھاتو واد کہہ سکتے ہیں۔ کیئوں کی رائے میں حیوانی آوازوں کی تقلید
کرکے انسان نے الفاظ بنائے اور ان میں اپنے خیالات کا اظہار شروع کیا۔
کیئوں کی رائے ہے کہ من یا دل کے خیالات کے اظہار میں جو چھی چھی۔ ہا ہا وغیرہ
الفاظ انسان کے منہ سے نکلتے ہیں وہ زبان کی بنیاد ہیں۔ کئی کہتے ہیں کہ یہ
مضمون بہت دقیق ہے اور علم زبان کے احاطہ سے باہر ہے۔ ہم دھاتوؤں
(مصدروں) تک ہی پہنچ سکتے ہیں ان کے پرے جو کچھ ہے اسکو زبان نہیں کہینگے
چاہے وہ مانسکی (Psychology) کی تحقیقات کے لیئے کتنا دلچسپ کیوں
نہو زبان میں جو کچھ ہے وہ ان مصدروں کا ہی نتیجہ ہے۔ زبان کی بنیاد کی تحقیقات
میں ایسے خیالات جو کہ آجکل کئی فلاسفروں کے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں
ہوئے تھے اس سلسلے میں نرکت ۳-۱۸ میں काक شبد کی پیدایش
پر بحث ہے۔

काक इतिशब्दानुकृतिस्तदिदं शकुनिव बहुलं
नशब्दानुकृतिर्विद्यत इति औपमन्यवः काको
ऽपकालयितव्यो भवति॥

काक یہ لفظ اُس پرندے کی آواز کی نقلیں سے پیدا ہوا ہے۔

अपकालयितव्यो اسلیئے काक کہتا ہے شیں औपमन्यव

یعنے ہٹانے کے قابل ہے لیکن میکس مولر کے (Root) یعنی دھاتو واد کے ساتھ

شتھ پیتھ برہمن کے چوتھے کانڈ کے اس فقرے کو ملاییئے۔

नदेतत्तुरीयं वाचो निरुक्तं यन्मनुष्या वदन्ति अथैतत
तुरीयं वाचो निरुक्तं यद्वयांसि वदन्ति अथैतत्तु
रीयं वाचो निरुक्तं यदिदं क्षुद्रं सरीसृपं वदति॥

یعنے واک کا چوتھا حصّہ انسان بولتے ہیں۔ چوتھا حصّہ پشو۔
چوتھا حصّہ سانپ وغیرہ۔
لیکن جو حصّہ انسان بولتے ہیں وہ نرکت ہے۔ یعنے اُن کی نرکتی
ہو سکتی ہے۔ اور جو دوسرے حصّے ہیں وہ انرکت ہیں۔ اور یہ
تشریح ہے وید منتر کی۔

चत्वारि वाक् परिमिता पदानि तानि विदुर्ब्रा-
ह्मणा ये मनीषिणः गुहा त्रीणि निहिता नेङ्ग
यन्ति तुरीयं वाचो मनुष्या वदन्ति. तुरीय वा
अवदंति

کیا وید منتر انسانوں کو تحقیقات کے راستے بتا گئے ہیں۔ کیا علم زبان کی سائنس तुरीयं वाचो मनुष्या वदंति کی تشریح ہے۔ لیکن میں اپنے مضمون سے کچھ باہر چلا گیا۔ وہاں تو داؤ والا دعویدار کہتا ہے کہ مصدروں کی پیدائش سے پہلے کی جو حالت ہے وہ قدرت کا کام ہے۔ اسکے بعد کا کام انسان کا ہے۔ کسی ایک کا نہیں بلکہ انسانیت کا۔

زبان کیسے بنی اسکو میکس مولر नित्यज्ञान کوٹی میں ڈالتا ہے اس وقت کے علم زبان کا ارتقا بہت کچھ سنسکرت زبان کی بنا پر ہے وید کی زبان انسانی ہے یا غیر انسانی اس پر پیچھے غور ہوگا۔ اس جگہ صرف یہ بتانا ہے کہ وید سے جو زبان ظاہر ہوتی ہے اسکا تنزل ہوا۔ یا ترقی وید کی زبان میں جو حروف تہجی مستعمل ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً وہی ہیں جو نئی سنسکرت میں مستعمل ہوتے ہیں۔ انکے سپرش۔ ستھان۔ پر تین کا فیصلہ ویاکرن کے جاننے والوں نے کر ہی ڈالا ہے۔ حروف تہجی اتنے کیوں ہیں۔ اسکا باعث میکس مولر اختلاف معنے بتلاتا ہے۔ اس کی رائے میں جب آریہ قوم الگ ہوئی۔ تو اس سے پہلے تین پر تین تو ضرور ہی تھے۔ اگر چار نہیں تھے تو۔ لیکن ان تین کو مدِ نظر رکھ کر جو کئی مشہور مشہور زبانوں کا ریویو اس نے کیا ہے اس پر وہ کہتا ہے۔

This rich variety of consonantal contact is to be found, however, in highly developed languages only. Even among the Aryan dialects, Sanskrit alone can boast of possessing it entire. Greek is driven to merge the difference between sonant and surd aspirates, and, where Sanskrit uses sonant aspirates, it has to employ surd aspirates. The other aryan languages having no sonant aspirates, use sonant tenues instead. They all, in fact, cut the coat according to their cloth.

حروف صحیح کی اتنی تعداد اچھی شستہ زبانوں میں صرف پائی جاتی ہے۔
آرین براںچ (یا تخت) زبانوں میں سنسکرت ہی صرف فخر کر سکتی ہے کہ اس
میں سب قسم کے سنیرش ہیں۔ یونانی میں ورگوں کے چوتھے اور دوسرے

حرفوں میں فرق نہیں رہا - جہاں پر سنسکرت چوتھے اکشروں کا استعمال کرتی
ہے وہاں یونانی میں دوسرے اکشروں کا استعمال ہوتا ہے دوسری آرین
زبانیں چوتھے کے نہ ہونے باعث اُن کے بجائے تیسرے حروف کا استعمال
کرتی ہیں - بات یہ ہے کہ جتنی جاؤ جسکے پاس تھی اُسکے موافق اُسنے گزنا کاٹا
یہاں پر پرکیس مولر نے آرین قوم کے بکھرنے سے پہلے زبان کے حروف تہجی میں
چار پرتیئوں کی موجودگی میں کچھ شک کرکے تین پرتین ہی مانے ہیں اس سے
صرف یہ جتلانا تھا کہ سنسکرت میں وہ چار ابتک قایم ہیں -

اس دیش کی موجودہ سب زبانوں میں وہ چاروں پرتین موجود ہیں
لیکن یونانی زبان میں اور یورپ کی دوسری زبانوں میں موجود نہیں
ہیں - کیا یہ تنزل ہے یا ترقی ورگوں کے چوتھے حروف عموماً سب
یوروپین زبانوں میں معدوم ہوگئے ہیں - घ.झ.ढ.ध.भ
یا انکے ہاں حروف موجود نہیں ہیں - باقیوں کی ادائیگی میں کتنا فرق آگیا
اوسکا تو کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا - سنسکرت اور دوسری زبانوں میں اس
بارے میں جو فرق آگیا ہے میری رائے میں اسکا باعث یہ ہے - کہ
سنسکرت میں حفاظت ویدکے باعث ورن اُچارن شکشا کا
پرچار رہا ہے - لیکن اور ممالک میں نہیں رہا - حفاظت وید
اور ورن شکشا پرچار نہ ہونے کا باعث - سستی - غفلت -

کمزوری اور موت ہی ہیں - ارتقاء کے حق میں یہ کہا جا سکتا ہے
کہ مختلف معانی ظاہر کرنے کے اور طریقوں کے سوجھ جانے سے
حروف تہجی کی تعداد کئی زبانوں میں تھوڑی ہو گئی ہے - لیکن اسپر
علم زبان کے عالم لوگ اتنا ہٹ نہیں کرتے اتنا نوشکستا کے بارے
میں ہے - اب ویاکرن (صرف نحو) کے رُوپوں کو دیکھیئے - رُوپوں کی
کثرت جتنی ویدک زبان میں ہے اتنی دوسری زبان میں نہیں اور جیسے یہ روپ
یہاں پر باقاعدہ ہیں ویسے اور کسی زبان میں نہیں - پیارے ناظرین - میرا مدعا
یہ تھا کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وید بہت قدیم ہیں - مسئلہ ارتقاء وید کو مادے
کی پرستش کا شاہد سمجھتا ہے جو اسکے موافق ویدک زمانہ میں تھی - میں نے ثابت کر دیا
کہ ڈارون وغیرہ کا خیالات میں ارتقاء دیکھنا اُن کی غلطی ہے - تکمیل اور تشریح دو
علیحدہ باتیں ہیں زبان کی ساخت کا مضمون دقیق ہے - لیکن میں نے بتایا
زبان میں غفلت وغیرہ کے باعث بڑی تبدیلیاں آئیں - لیکن وہ مکمل نہیں ہو
سکتیں - حفاظت وید کے لیئے جان بوجھ کر جو کوشش زبان کے مستحکم
کرنے کے لیئے یہاں کی گئی وہ اور کہیں نہیں ہوئی - اس لیئے
غفلت وغیرہ کو اُن میں بہت جگہ ملتی رہی ہے - سو زبان میں
ترقی ہوئی یا تنزل - یہ لفظی فرق ہے - نظری اختلاف سے دونوں
دعووں کی تائید کی جا سکتی ہے -

# ساتویں فصل

## وید کی ازلیت وقدامت اور ہندوستان کا لٹریچر

وید کی ازلیت کی اس شہادت کے سوا اب ہم ہندوستان کے لٹریچر کی طرف آتے ہیں۔ ہندوستان کا جتنا بھی لٹریچر (علم ادب) ہے۔ سب وید کے بعد کا ہے۔ کیونکہ برہمن گرنتھوں تک بھی جو وید کی تشریح ہیں۔ وید کی طرف ایما کرتے ہیں۔ اس بارہ میں کوئی بحث طلب بات نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہنا ہے کہ خیالات کے ارتقا اور تغیر وغیرہ کی بنا پر کسی گرنتھ کی تصنیف کا زمانہ مقرر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کوئی اور تاریخی شہادت نہ ملے۔ بھارت ورش کے پُرانے علم ادب کی تاریخوں کے تعین کرنیکے لیئے خیالات اور تبدلات ہی سامان ہیں۔ سو اسکے لیئے اگر ایک رائے ایک خیال کے پختہ ہونیکے لئے سو سال سمجھے تو دوسری رائے مین ہزار سال چاہیئے۔ یہاں پر میکس مولر نے اپنی کتاب (Sanskrit litrature) کے خاتمہ پر جو الفاظ چھندوں کے بننے کے زمانہ کے تعین کرنے کے بارے میں لکھے ہیں۔ وہ کہانتک سنجیدگی سے لکھے گئے ہیں اسے عقلمند ناظرین سنکر فیصلہ کریں۔

برہمن گرنتھوں کے سارے علم ادب کے پختہ ہونیکے لئے صرف ۸۰۰

ہے ۶۰۰ سال قبل مسیح یعنی دو سو سال لیکر اور اُس کو بالکل تھوڑا سمجھتے ہوئے
کتاب کے خاتمہ پر جاکر لکھتے ہیں منتر کال (ویدک زمانہ) کو ہم سو سال
دیتے ہیں اور چھند کال کو بھی دو سو سال لیکن یہ بہت تنگ ہے اور اتنا
تھوڑا وقت ہم اس خیال کے سہارے ہی رکھتے ہیں۔ کہ زمانہ قدیم میں انسان
کے من کی ترقی کی رفتار بہت تیز تھی۔

میکس مولر اگر سنجیدہ ہیں تو اُن کو ذرا سوچنا چاہیئے۔ کہ جب لاکھوں
سال انسان کے جسم اور خیالات کے ارتقا میں گزر گئے ہیں تو جس پیلک
(برہمن اور وید بنانیوالی) کو ایک ہزار سال کے اندر گھیرتے ہیں۔ اُس کے
من کی بڑھوتری میں تیزی کا کیا فرق آسکتا ہے۔ من کے کام کرنیکی رفتار
برابر ہی ہوگی۔ ہاں اگر انسان کی پیدائش کو چار پانچ ہزار سال ہوئے ہوں
جیسا کہ کئی مشہور مذاہب میں مانا جاتا ہے۔ تب شاید یہ سمجھ میں آسکتا ہے
کہ ہزار سال بھی من کی بڑھوتری کی تیزی بدلنے میں باعث ہیں۔ لیکن
لاکھوں سالوں سے انسان کی پیدائش ماننے والوں کی نگاہ میں اُن کا یہ
کہنا ہنسی کے لائق ہے۔ جہاں میکس مولر اس طرح ویدک ہسٹری کو ختم کرتے
ہیں۔ وہاں تلک وغیرہ محقق علم نجوم کی بنا پر برہمن گرنتھوں کا زمانہ عیسےٰ سے
پانچ ہزار سال پہلے متعین کرتے ہیں۔ وید کا زمانہ اس سے بہت دُور اُدھر کو
جا پڑتا ہے۔ درحقیقت اگر برہمن گرنتھوں وغیرہ کو پڑھا جاوے اور وید

کا مطالعہ کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی زبانوں میں بڑا فرق ہے۔
جغرافیہ کے نقشوں میں پہاڑوں کی پستی بلندیاں تصویروں کے
ذریعہ سمجھایا کرتے ہیں۔ مونٹ ایورسٹ اگر ۲۹۰۰۲ فٹ دکھایا ہوتا
ہے تو شوالک کی پہاڑیاں کوئی دو ہزار فٹ دکھائی جاتی ہیں شوالک
کتاب کے کنارے کی لکیر لیٹا ہوا ہے لیکن ہمالیہ کہیں اونچا سب
سے الگ سر نکالے ہوتا ہے یہانتک کہ پروفیسر میکڈانل نے رائے دی ہے
کہ " وید بھارت ورش کے تمام لٹریچر سے بالکل الگ چوٹی نکالے
ہوئے ہیں۔ اُن کے معانی کے سمجھنے کے لئے خود اس سے مدد لینی چاہئے
برہمن وغیرہ بھی بے بس ہیں۔"

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو لٹریچر آج سے سات ہزار سال پہلے کا بتایا
جاتا ہے وید کے بارے میں اُسکے کیا خیالات ہیں صرف دو اقتباسات
سے صاف ہو جاوے گا۔

भरद्वाजो हत्रिभौरायुर्भिर्ब्रह्मचर्यमुवास। तंहजीर्णिं
स्थाविरं शयानम्· इन्द्र उपव्रज्योवाच। भरद्वाज। यत्ते
चतुर्थमायुर्दद्याम। किमनेन कुर्य्या इति। ब्रह्मचर्यमे
वैतेनचरेयमिति होवाच। तंत्रीन् गिरिरूपान विज्ञाता
निवदर्शयाञ्चकार तेषां है कैकस्मान्मुष्टिमाददे॥

सहोवाच भरद्वाजेत्यामन्त्र्य वेदा वा एते । अनन्ता वै वेदा । एतैस्त्रिभिरायुर्भिरन्ववोचथा । अथ त इतरदननुक्तमेव ! (तै० ब०)

یہاں پر دکھایا ہے کہ وید لامحدود علم کا خزانہ ہیں اور تین سو سال کا بوڑھا برہمچاری وید پڑھنے کیلئے چوتھی عمر بھی کس رغبت سے چاہتا ہے۔ لیکن اس پر بھی انبار میں سے مٹھی کے تناسب سے حاصل کر سکا۔

اب ہم دوسرا اقتباس دیتے ہیں۔

देवा वै मृत्योर्बिभ्यतस्त्रयीं विद्यां प्राविशंस्ते छन्दोभिरच्छादयन् । यदेभिरच्छादयंस्तच्छन्दसां छन्दस्त्वम् । रक्षान्दोग्यब्रा॰ ॥ यदेभिरात्मानमाच्छादयन् । देवा मृत्योर्बिभ्यतः तच्छन्दसां छन्दस्त्वं ।

(शतपथ) ॥

دیوتا موت کے ڈر سے وید کے چھندوں میں چھپ گئے۔ اسی لیے چھند چھند کہلائے۔ کیا چھندوں نے انکو حیات (امر) کر دیا۔ کیا چھند خود امر ہیں کہ دوسروں کو بھی امر کر سکتے ہیں۔ کیا یہ منشا نہیں ٹپکتا۔ برہمنوں۔ اُپنشدوں اور نرکت وغیرہ کی زبان پیچھے کی سنسکرت سے بہت ملتی ہے بہ نسبت وید کی زبان کے۔ نرکت وغیرہ گرنتھوں کی تصنیف

معانی سمجھنے کے لئے ہوئی۔ نگھنٹو نام کے گرنتھوں میں وید کی تشریح کرنے
والے الفاظ اکٹھے کر لیئے گئے۔ یاسک وغیرہ نے تشریحیں لکھیں۔ تشریح کا
طریقہ بتلاتا ہے کہ یہ ویدوں سے بہت دور رہنے کو رش کا وید کو
اثر تھک ٹھیرانا کچھ معنے رکھتا ہے۔

اب ہم وید کی اپنی شہادت کی طرف آتے ہیں۔

अन्ति सन्तं न जहात्यन्ति सन्तं न पश्यति।
देवस्य पश्य काव्यं न ममार न जीर्यति॥
अपूर्वेणेषिता वाचस्ता वदन्ति यथायथम्।
वदन्तीर्यत्र गच्छन्ति तदाहुर्ब्राह्मणं महत्॥

A.V. १०।४।८।३२।३

देवस्य पश्य काव्यं न ममार न जीर्यति-

پرماتما کی کوِتا وید کو دیکھ کہ نہ مرتا ہے نہ بوڑھا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ گیان کو ہی
کاویہ کہا گیا ہو۔ کیونکہ ایشور کے ازلی ابدی ہونیسے اُسمیں جو گیان ہے
اُس کی قدامت ٹھیرتی ہے۔ لیکن جسکو وید کہتے ہیں وہ نہ ہو۔ اس پر اتنا ہی
کہنا کافی ہوگا کہ कवि اور काव्य (شعر اور شاعر) ان دونوں شبدوں
کا دھاتو (कु) سمجھا گیا ہے۔ اس کے معنے دھاتو پاٹھ میں (शब्द)
یعنے شبد کرنیکے کیئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ (काव्य) کے استعمال سے

شبد رہت (بغیر آواز) جو گیان پرماتما میں مانا جاسکتا ہے۔ اسکی طرف ایما
نہیں ہوسکتا لیکن شبد سہت (معہ آواز) کی طرف ایما ہے (काव्य)
لفظ ۹ کے معنے کیسے بھی کیے جاویں۔ شبد کی لازمیت جو اس کے ساتھ ہے
اسکو نہیں توڑ سکتے۔ اسلیئے میری رائے میں (देवस्य काव्यम्) میں
(काव्य) سے مراد (वेद शब्द) کی ہے۔ اسکے آگے جو منتر لکھا
ہے اسکا پہلا آدھا حصہ کہتا ہے کہ (अपूर्व) قدیم سے یکسانی ہوئی
آواز (यथायथ) (اصلیت) کو کہتی ہے یعنی جو چیز جیسی ہے اس
کو ویسا ہی ظاہر کرتی ہے अपूर्व لفظ کے معنے میں پرماتما کرتا ہوں۔
یعنے آدی گرو۔ اہل یوگ سوتر سے میلان کیجیئے۔

अपूर्व + सरग्व पूर्वेषाम पिगुरुः - कालेन नान व च्छेदात् -
= न विद्यते पूर्वो यस्मात् . کا وگرہ یوں ہوسکتا ہے

پچھا پچھ سے میں بیچار تھ سمجھتا ہوں۔ اتھرووید کا یہ منتر ہے۔ ساین وغیرہ کی
اسپر تفسیر نہیں ملتی۔ عالم لوگ ان معنوں پر غور کریں۔ تعلق سے معنوں کا
بہت کچھ پتہ لگا کرتا ہے۔ سلسلۂ مضمون کے بارہ میں اتنا کہنا کافی ہوگا
کہ جس سوکت میں یہ دو منتر آتے ہیں وہ سب پرماتما کے متعلق ہیں
اور اسکا آغاز منتر یہ ہے۔

यो भूतं च भव्यं च सर्वं यश्च धितिष्ठति ।

स्वर्यस्य च केवलं तस्मै ज्येष्ठाय ब्रह्मणे नमः॥

ان منتروں کے اقتباس کو نہیں سُنا اور خود اپنی واقفیت پر بھروسہ نہیں۔
اسلئے عالموں کی طرف سے اسکی تائید کی ضرورت ہے۔
اس سلسلے میں یہ ( ऋक् ) بھی ٹھیک ہوگی۔

सुदक्षो दक्षैः क्रतुनासि सुक्रतुरग्ने कविः काव्येनासि विश्ववित्। वसुर्वसूनां क्षयसि त्वमेक इद् द्यावा च यानि पृथिवी च पुष्यतः॥ कविः काव्योनासि विबत्तिनः॥

یہ الفاظ کی توجہ کے قابل ہیں۔ جن کے معنے یہ ہیں کہ اے عالم کے علیم تو (काव्य) ویدکر کے कवि (کوی) ہے۔ یہ رگ وید کے دسویں منڈل کے ۹۱ سوکت میں ہے اسکے اوپر کا بھی سوکت پرُش سوکت ہے کہ جس میں مشہور منتر

तस्माद् यज्ञात् सर्वहुतः ऋचः सामानि जज्ञिरे छन्दांसि जज्ञिरे तस्माद् यजुस्तस्मादजायत!

آتا ہے۔

وید کی قدامت عام مسئلہ ہو چکا ہے بھارت ورش کی تاریخ اس کو وید شرتی وغیرہ ناموں سے پکارتی ہوئی اس کی قدامت کی تائید کرتی چلی آئی ہے۔ قدامت کی تائید صرف

الفاظ میں نہیں۔ بلکہ عمل میں بھی ۔ وید کی قدامت خود بخود مسند سمجھی گئی
ہے۔ لیکن وید خود آدمی کو می سے کے کا دیہ کے قدیم ہونے کا دعوے کر رہے
ہیں۔ قیاسی الفاظ میں نہیں بلکہ صاف الفاظ میں۔

देवस्य पश्य काव्यं न ममार न जीर्यति

اس سے صاف اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے ہونے سے
تو پرماتما کا نام कवि ہے۔ ایسا وید خود کہتے ہیں۔
عام رائے۔ بہت قدامت کی تائید کرتے اور وید کے ازلی ابدی
ہونے میں وید کا اپنا دعویٰ دکھانے کے بعد پھر بھی شک ہو سکتا ہے۔
اِس شک میں دلیل جو دیجاتی ہے۔ اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ اُس میں فانی
چیزوں کا بیان ہے۔ یہ اعتراض آج کوئی نیا نہیں اُٹھا۔ زمانہ قدیم میں
بھی اٹھتا تھا۔ نامناسب نہ ہو گا۔ اگر اِن فانی (اِنیتہ) باتوں کی
نوعیت کے سمجھنے کے لئے اپنے مضمون کو طویل نہ کرتے ہوئے آپ کو شری
پنڈت شِو شنکر جی کاویہ تیرتھ کی تصنیف "ویدک اتہاس ارتھ نرنیہ کی
طرف ایما کروں۔ اس کتاب میں کئی اعتراضوں کے جو کہ अनित्य
خانی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ہم اچھے جواب پاتے ہیں संयोग
ایک مثال کافی ہو گی۔ رگوید منڈل سوکت ۸، تمام کا اتمام
عورت کے ایام وضع حمل کی پرارتھنا ہی ہے۔ اسکو "گربھ سراونی اُپنشد"

کئی اور پنڈت بھی کہتے ہیں سوکت کا یہاں دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

अश्विनावेह गच्छतं ना सत्या मा विवेन तम्ः

हंसा विव पतत मा सुतां उप।

अश्विना हरिणा विव गौरा विवानु यव सम।

हंसा विव पततमा सुतां उप।

अश्विना वाजिनी वसु जुषथां यज्ञमिष्टये।

हंसा विव पतत मा सुतां उप।

अत्रिर्यद्वाम वराहे न्नबीसम : जोहवी नाधमानेव

वश्येनस्य चिज्जवसा नूतने नागच्छत मश्विना यो

षा शान्तमेन।

विजिहीष्व वनस्पते योनिः सूष्यन्त्या इव श्रुतं

मे अश्विना हवं सप्त वध्रिं मुञ्चम्।

भीताय नाधमानाय ऋषये स प्तव ध्रये।

मायाभिरश्विना युवं वृक्षं सं च विचाचथ॥

यथा वातः पुष्करिणीं समिङ्ग.पति सर्वतः।

एवा ते गर्भ मे जतु निरैतु दशमास्यः॥

यथा वातो यथा वनं यथा समुद्र राजति।

रा खाल्वं दशमास्य सहाबे हिजरायुणा।
दशमासाञ्छशयानः कुमारो अधिमातरि।
निरैतु जीवो अक्षतो जीवो जीवन्त्या अधि।

سپت ودھری کے معنے سات بندھنوں والا جیو ہے۔
اس میں اتہاس دیکھنا ناواجب ہے۔ اور کوئی ناممکن بات دیکھنی ٹھیک نہیں۔
بھاگوت میں سپت ودھری کی حمل میں پرارتھنا کا ذکر آیا ہے۔ جس طرح
سے سپت ودھری کو کوئی خاص رشی مان کر اشوی کو
(Mythology) مان کر جو ایک ناممکن خیال ہو جاتا ہے۔
(سپت ودھری کو جیو ماننے سے) بالکل ممکن اور سائنٹیفک ہو جاتا ہے
اسی طرح سے اشویوں کے اور کاموں اور دیگر ویدک اتہاسوں کا
خیال سمجھیے۔
میرا انشا شاستر میں وید کی قدامت پر جو بحث ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کو یہاں پر
مفصل لکھا جاتا۔ لیکن ایسا نہ کر کے اس بارہ میں جو ایک جگہ

आरब्धा प्रवचनात् - परन्तु श्रुतिसामान्यमात्रम्

لکھا ہے۔ اُن کے معنے کر دیتا ہوں۔
اگر کہو کہ رشیوں وغیرہ کے نام وید کے سوکتوں وغیرہ کے ساتھ لگے ہیں۔ تو
جواب یہ ہے کہ اسلئے لگے ہیں کہ ان رشیوں نے اچھی طرح سے خود

خود ان سوکتوں کا مطالعہ کیا تھا اور اچھی طرح سے دوسروں کو سکھایا تھا۔
اگر کہو کہ وید میں رشیوں کے نام آتے ہیں۔ اور دیگر فانی چیزوں کے نام آتے
ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص آدمی یا چیز کے نام
ہیں۔ کہ جس سے سوکتوں کا پیچھے بنا مانا جاوے۔ لیکن یہ وید کے عام
الفاظ ہیں۔ رشیوں وغیرہ کے ایسے نام رکھ دیئے گئے۔ جیسے وشوامتر
کے معنے ہیں۔ سب کا دوست۔ لیکن اگر یہ نام کسی آدمی کا رکھ دیا جاوے
تو انسان "وشوامتر" اس لفظ سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس
سوکت سے پہلے ہو سکتا ہے۔ کہ جس میں یہ لفظ موجود ہے۔

اس سلسلے میں دو باتیں کہہ دیتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میمانسا میں منتروں
کے आनर्थक्य پر جو شاستر ارتھ ہے۔ وہ نرکت میں بھی ایک
جگہ آیا ہے۔ کوتس نے وہاں پر پورو پکش (معترض کا پارٹ) لیا ہوا ہے
جواب دونوں جگہ ایک جیسا ہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ اس درشن کے مفسروں نے وید کی قدامت
کی تائید میں برہمن گرنتھوں کو بھی ساتھ شامل کیا ہے۔ لیکن سوتروں سے
ایسا ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں वेदांश्चैके सन्निकर्षमुरूया (ख्या)
اس سوتر سے ویدوں کے الہامی ہونے کا مضمون شروع کیا ہے۔

शब्दइतिचेन्नातःप्रभःवान् प्रत्यक्षानुमानाभ्याम्